اللّٰھم صلّ علیٰ سیدنا محمد و اٰلہٖ وسلم

مسئلہ

حیاتُ النّبی ﷺ

تصنیف

محمد سعید احمد اسعد

ناشر سُنی اتحاد

مرکزی دفتر جامعہ امینیہ رضویہ

شیخ کالونی فیصل آباد

فون: 041-658646

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ

حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم



تحریر: محمد سعید احمد اسعد

ناشر

پاکستان سنی اتحاد

مرکزی دفتر:- جامعہ امینیہ رضویہ، شیخ کالونی،
جھنگ روڈ، فیصل آباد
فون: ۶۱۱۳۹۴

جملہ حقوق محفوظ

نام کتاب	ــــــــ	حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم
مصنف	ــــــــ	مولانا محمد سعید احمد اسعد
تعداد	ــــــــ	گیارہ سو
ناشر	ــــــــ	مرکزی دفتر پاکستان سُنی اتحاد
کتابت	ــــــــ	احمد علی بخشہ
قیمت	ــــــــ	روپے



عرضِ ناشر

استاذ محترم مناظرِ اسلام حضرت مولانا محمد سعید احمد اسعد احسان الٰہی ظہیر کی کتاب "البریلویۃ" کا رد "الوہابیۃ بجواب البریلویۃ" کے نام سے تحریر فرما رہے ہیں۔ اسی کتاب میں سے مسئلہ حیات النبی (صلی اللہ علیہ وسلم) اہمیت کے پیشِ نظر الگ بھی شائع کیا جا رہا ہے۔ اُمید ہے کہ یہ کاوش آپ کو پسند آئے گی۔

غلام مُصطفٰی شاکر
متعلم جامعہ امینیہ رضویہ شیخ کالونی
جھنگ روڈ • فیصل آباد

فہرست

حیاتُ النبی (صلی اللہ علیہ وسلم)

ظہیر نے عقیدہ حیاتُ النبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کا بھی مذاق اڑایا ہے — اور اپنی نجدی ذہنیت کے عین مطابق اس عقیدہ کو کتاب وسُنّت کا مخالف قرار دیتے ہوئے اسلام کے منافی قرار دیا ہے حالانکہ یہ عقیدہ کتاب وسُنّت کی تعلیمات کے عین مطابق ہے جس کی شہادت ہمارے دلائل کے مطالعہ کے بعد ہر سلیم الطبع قاری دیگا۔ (انشاء اللہ العزیز)

ہم حیاتُ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صریح دلائل پیش کرنے سے قبل دو مسائل پر کتاب وسُنّت کے دلائل پیش کریں گے — ۱۔ عذاب وثوابِ قبر، ۲۔ سماعِ موتیٰ — اس لیے کہ اگر یہ بات ثابت ہو جائے کہ قبر میں مُردوں کو عذاب ہوتا ہے اور نیک لوگوں کو ثواب (ظاہر ہے کہ عذاب وثواب صرف اسی کو ہو سکتا ہے جس میں کم از کم اتنی زندگی ہو کہ وُہ عذاب وثواب کا احساس کر سکے) تو قبر میں انبیاء کرام علیہم السلام کی حیاتِ طیّبہ کا مسئلہ سمجھنا آسان ہو جائے گا۔

اسی طرح اگر یہ بات کتاب وسُنّت کی روشنی میں ثابت ہو جاتی ہے کہ قبروں میں پڑے ہوئے عام مُردے بھی سُنتے ہیں (ظاہر بات ہے کہ سُن وہی سکتا ہے جس میں کسی نہ کسی طرح کی حیات موجود ہو) تو بھی انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی حیات فی القبر کا مسئلہ سمجھنا آسان ہو جائے گا۔

عذابِ قبر

آیت نمبر۱

وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا (پارہ ۱۶ ع ۱۴)

ترجمہ: اور جس نے منہ پھیرا میری یاد سے تو اس کو ملتی گزران تنگی کی۔

ایک وہابی عالم محمد حسن صاحب دہلوی اسی آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

حاصلِ مطلب ان آیتوں کا یہ ہے کہ جس شخص نے آسمانی کتاب اور اللہ کے رسول کو نہ مانا وہ مرتے ہی عذابِ قبر میں گرفتار ہوگا "مَعِيْشَةً ضَنْكًا" میں اگرچہ سلف کے کئی قول ہیں لیکن حافظ ابوجعفر ابن جریر نے اپنی تفسیر میں عذابِ قبر کو ترجیح دی ہے معتبر سند سے مسند بزار میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جس میں خود صاحبِ وحی صلی اللہ علیہ وسلم نے مَعِيْشَةً ضَنْكًا کی تفسیر عذابِ قبر کی فرمائی ہے۔ مسند امام احمد اور ابوداؤد میں براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی صحیح روایت ہے جس میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے عذابِ قبر سے پناہ مانگنے کی ہدایت فرما کر فرمایا، نافرمان لوگ جب قبر میں منکر نکیر کے سوالوں کا پورا جواب نہ دیں گے تو ان کی قبروں میں آگ کا فرش بچھا کر آگ کا لباس پہنا دیا جائے گا اور دوزخ کی گرم ہوا بھی ان کی قبروں میں آتی رہے گی اور ان کی قبروں کو یہاں تک تنگ کیا جائے گا کہ ان کی پسلیاں ٹوٹ جائیں گی اور ایک بہرہ گونگا فرشتہ لوہے کا ایسا بھاری ہتھوڑا لے کر آئے گا کہ وہ ہتھوڑا پہاڑ پر بھی مارا جائے تو وہ پہاڑ مٹی ہو جائے۔ یہ فرشتہ اس ہتھوڑے سے ہر وقت ان لوگوں کو مار مار کر ان کے جسموں کو خاک کر دے گا، اور پھر اس خاک سے جسم بنا کر اس میں روح پھونک دی جائے گی، ایسے لوگوں پر یہی عذاب قیامت تک

رہے گا، کیونکہ عذابِ قبر کی میعاد قیامت تک کی ہے اسی واسطے آگے فرمایا قیامت کے دن کا عذاب قبر کے عذاب سے زیادہ سخت ہوگا۔

براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کو اُوپر کی حدیث کی تفسیر کہا جاسکتا ہے کہ ابُوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں مَعِیْشَۃً ضَنْکًا کی تفسیر عذابِ قبر کو قرار دیا گیا ہے اور اس براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی حدیث میں عذابِ قبر کی تفصیل ہے براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی روایت میں اللہ کے رسُول صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو عذابِ قبر سے پناہ مانگنے کی جو ہدایت فرمائی اس سے یہ بات اچھی طرح سمجھ میں آسکتی ہے کہ گناہ گار کلمہ گو لوگوں پر بھی عذابِ قبر ہوگا۔

بعضے مفسروں نے مَعِیْشَۃً ضَنْکًا کی تفسیر قیامت کے دن کے عذاب کو جو ٹھہرایا ہے وہ تفسیر قوی نہیں معلوم ہوتی کیونکہ آگے آیت میں قیامت کے دن کا عذاب اس سے زیادہ سخت اور زیادہ دیر تک رہنے والا ہے۔ علاوہ اس کے مسند بزار کے حوالہ سے ابُوہریرہ رضی اللہ عنہ کی معتبر روایت جو اُوپر گزری، مَعِیْشَۃً ضَنْکًا کی یہ دُوسری تفسیر اس روایت کے بھی برخلاف ہے۔ (احسن التفاسیر ص ۱۹۹-۲۰۰ پ)

ایک اور وہابی عالم قاضی شوکانی نے اسی آیت کی تفسیر میں چند احادیث و آثار نقل کرنے کے بعد لکھا،

وَمَجْمُوْعُ مَاذَکَرْنَا ھُنَا یُرَجِّحُ تَفْسِیْرَ الْمَعِیْشَۃِ الضَّنْکِ بِعَذَابِ الْقَبْرِ

(تفسیر فتح القدیر ص ۳۹۲ ج ۳)

امام المفسرین ابنِ جریر طبری نے ۵ مختلف سندوں سے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے حضرت ابُوہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ

سے بھی یہی نقل کیا ہے کہ معیشۃً ضنکاً سے مراد عذابِ قبر ہے۔

(تفسیر ابن جریر ص ۱۹۳/۱۶) مزید ملاحظہ ہو:

روح المعانی ص ۲۷۶/۱۶، معالم التنزیل وخازن ص ۲۸۵/۴، معارف القرآن ۶/۴، تفسیر عثمانی ص ۴۱۵، جلالین مع الصاوی ص ۵۷/۳۔

علامہ قرطبی نے اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا:

وَقَوْلٌ رَابِعٌ وَهُوَ الصَّحِيْحُ اِنَّهٗ عَذَابُ الْقَبْرِ، قَالَ اَبُوْسَعِيْدِ الْخُدْرِيُّ وَعَبْدُاللّٰهِ بْنُ مَسْعُوْدٍ وَرَوَاهُ اَبُوْهُرَيْرَةَ مَرْفُوْعًا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ ذَكَرْنَاهُ فِيْ كِتَابِ التَّذْكِرَةِ۔ (تفسیر قرطبی ص ۲۵۹/۱۱)

امام المفسرین ابن جریر فرماتے ہیں:

قَالَ اَبُوْجَعْفَرٍ وَاَوْلَى الْاَقْوَالِ فِيْ ذٰلِكَ بِالصَّوَابِ قَوْلُ مَنْ قَالَ وَهُوَ عَذَابُ الْقَبْرِ۔ (ابن جریر ص ۱۹۵/۱۶)

آخر میں ہم اسی آیت کی تفسیر میں نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی نقل کر دیتے ہیں تاکہ قارئین کو مزید تسلی ہو جائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا
اَتَدْرُوْنَ مَا الْمَعِيْشَةُ الضَّنْكُ۔ قَالُوا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ عَذَابُ الْكَافِرِ فِيْ قَبْرِهٖ۔ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ اَنَّهٗ يُسَلَّطُ عَلَيْهِ تِسْعَةٌ وَتِسْعُوْنَ تِنِّيْنًا۔ اَتَدْرُوْنَ مَا التِّنِّيْنُ تِسْعَةٌ وَتِسْعُوْنَ حَيَّةً لِكُلِّ حَيَّةٍ سَبْعَةُ رُؤُوْسٍ يَنْفُخُوْنَ فِيْ جِسْمِهٖ وَيَلْسَعُوْنَهٗ وَيَخْدِشُوْنَهٗ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ۔ (ابن جریر ص ۱۹۵/۱۶ روح المعانی ص ۲۷۶/۱۶)

ترجمہ: کیا تم جانتے ہو کہ تنگ زندگی کیا ہے؟ صحابہ کرام نے عرض کیا اللہ

اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کافر کو جو قبر میں عذاب ہو گا ۔

مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کافر پر قبر میں ننانوے اژدھا (تنین) مسلط کر دیے جائیں گے ۔ کیا تم جانتے ہو کہ یہ تنین کیا ہے ؟ ننانوے سانپ ہیں اور ہر سانپ کے سات سر ہیں جو کافر کے جسم میں قیامت تک پھنکارتے ، ڈستے اور اسے زخمی کرتے رہیں گے ۔

آیت نمبر ۲ ۔ وَاِنَّ لِلَّذِیْنَ ظَلَمُوْا عَذَابًا دُوْنَ ذٰلِکَ وَلٰکِنَّ اَکْثَرَھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ ۝ پارہ ۲۷ الطور ۴۷

ترجمہ : اور بیشک ظالموں کے لیے ایک عذاب اس سے پہلے بھی ہے لیکن ان میں سے اکثر (اس سے) بے خبر ہیں ۔

اس آیتِ کریمہ سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ یوم قیامت سے پہلے بھی ظالموں کو ایک اور عذاب بھگتنا ہو گا ۔ اور قیامت سے پہلے کا عذاب "عذابِ قبر" ہے ۔

حبرِ اُمت حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی ایک روایت ابنِ جریر نے یوں نقل کی ہے ۔

عَنْ قَتَادَۃَ اَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ کَانَ یَقُوْلُ اِنَّ عَذَابَ الْقَبْرِ فِی الْقُرْاٰنِ ثُمَّ تَلَا وَاِنَّ لِلَّذِیْنَ ظَلَمُوْا عَذَابًا دُوْنَ ذٰلِکَ ۔ (ابن جریر ۲۷/۲۲)

ترجمہ : حضرت قتادہ فرماتے ہیں کہ ابنِ عباس رضی اللہ عنہما فرمایا کرتے تھے کہ عذابِ قبر کا ذکر قرآن میں بھی ہے ۔ پھر آپ نے یہی آیت تلاوت فرمائی وَاِنَّ لِلَّذِیْنَ ظَلَمُوْا عَذَابًا دُوْنَ ذٰلِکَ ۔

تفسیر قرطبی میں ہے:

وَعَنْهُ عَذَابُ الْقَبْرِ. قَالَهُ الْبَرَاءُ بْنُ عَازِبٍ وَعَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ

(دُوْنَ) بِمَعْنٰى غَيْرِ۔ (تفسیر قرطبی ص۔۔ المجلد التاسع)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت براء بن عازب، حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم نے فرمایا کہ اس عذاب سے مُراد عذابِ قبر ہے۔

دون، غیر کے معنی میں ہے۔

رُوح المعانی میں ہے:

(دُوْنَ ذٰلِكَ) عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ اَنَّهُ عَذَابُ الْقَبْرِ۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ دون ذٰلک سے مراد عذابِ قبر ہے۔ (رُوح المعانی ص۔۔)

ہم نے آپ کے سامنے تین جلیل القدر صحابہ حضرت علی، ابن عباس، براء بن عازب رضی اللہ عنہم سے اس آیت کی تفسیر بیان کردی ہے کہ یوم قیامت سے پہلے جس عذاب کا ذکر اس آیتِ کریمہ میں کیا گیا ہے اس سے مُراد عذابِ قبر ہے۔ اور یہ بات ذہن نشین رہے کہ امام بُخاری و امام مسلم کے نزدیک صحابی رسول اگر تفسیر کرے گا تو وہ تفسیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی تفسیر شمار ہوگی۔

مستدرک میں ہے: تَفْسِيْرُ الصَّحَابِيِّ عِنْدَهُمَا مُسْنَدٌ[1]

آیت نمبر ۳۔ سَنُعَذِّبُهُمْ مَّرَّتَيْنِ ثُمَّ يُرَدُّوْنَ اِلٰى عَذَابٍ عَظِيْمٍ ۝ (پارہ ۱۱ التوبہ ۱۰۱)

ترجمہ: ان (منافقین) کو ہم عذاب دیں گے دوبار، پھر وہ لوٹائے جائیں گے

[1] المستدرک ص۔۔ ج۱۲۳۔

بڑے عذاب کی طرف۔

اس آیتِ کریمہ سے بھی واضح طور پر معلوم ہوا کہ قیامت کے عذاب سے پہلے پہلے بھی ان منافقوں کو دو مرتبہ عذاب ہوگا۔ اور یہ دو عذاب کون کون سے ہیں؟

وہابی عالم احمد حسن دہلوی اسی آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں ایک عذاب تو یہی ہے کہ مسلمانوں کی مسجد سے یہ لوگ نکالے گئے، بھری محفل میں رسوائی ہوئی اور دُوسرا عذاب قبر کا عذاب ہے پھر آخرت میں عذابِ عظیم ہے۔ (احسن التفاسیر ص ۳۸۹/۲)

مشہور معاند مولوی غلام اللہ خاں لکھتا ہے:

"دو دفعہ کے عذاب سے دُنیا میں قتل یا قید و بند یا ظہورِ نفاق سے ذلت و رسوائی کا اور مرنے کے بعد قبر کا عذاب مُراد ہے۔ اور عذابِ عظیم آخرت کا عذاب ہے۔"

(جواہر القرآن ص ۴۵۳/۱)

مولانا شبیر احمد عثمانی لکھتے ہیں:

بڑا عذاب دوزخ کا عذاب ہے "اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ فِی الدَّرْکِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ" (النساء ۱۴۵)

اس سے قبل کم از کم دو بار ضرور عذاب میں مبتلا کیے جائیں گے، ایک عذابِ قبر دُوسرا وُہ عذاب جو اسی دُنیاوی زندگی میں پہنچ کر رہے گا۔" (تفسیر عثمانی ص ۲۶۳)

مزید ملاحظہ ہو:

ابوسعود ص ۹۸/۳، قرطبی ص ۲۴۱/۸، جلالین مع البیضاوی ص ۳۲۰/۱، روح المعانی ص ۱۱/۱۱، مظہری ص ۲۸۹/۴۔

معارف القرآن ص ۴۵۱/۴، معارف القرآن کاندھلوی ص ۴۰۱/۳۔

سوال: قبر میں عذاب رُوح کو ہوگا نہ کہ جسم کو؟

جواب : قبر میں بھی انہیں کو عذاب ہوگا جن کو آخرت میں ہوگا۔ اگر عذاب آخرت تو رُوح مع الجسد کو ہو لیکن عذاب قبر صرف رُوح کو ہو اور جسم کو نہ ہو تو نہ تو مرتین کا اطلاق درست ہوگا اور نہ ہی عذاباً دُونَ ذٰلِکَ کا۔ فَافْهَمْ وَلَا تَكُنْ مِنَ الْغَافِلِيْنَ

نوٹ : قبر میں عذاب رُوح مع الجسم کو ہوگا اس کے مزید دلائل اس بحث کے آخر میں پیش کیے جائیں گے۔

آیت نمبر ۴۔ مِمَّا خَطِيْٓـٰٔتِهِمْ اُغْرِقُوْا فَاُدْخِلُوْا نَارًا ۙ۬ (پارہ ۲۹ نوح ۲۵)

ترجمہ : اپنی کیسی خطاؤں پر ڈبوئے گئے پھر آگ میں داخل کیے گئے۔

اس آیت کی تفسیر میں ظہیر کے شیخ الاسلام لکھتے ہیں :

"پس نُوح علیہ السلام کی اس مظلومانہ دُعا کا نتیجہ یہ ہوا کہ وُہ لوگ اپنے گناہوں اور شرارتوں کی وجہ سے اسی زندگی میں بارش کے پانی میں غرق کیے گئے پھر بعد غرق جہنم کی آگ میں داخل کیے گئے۔"

(تفسیر ثنائی صـ ۶۹۰)

وہابی عالم احمد حسن دہلوی لکھتے ہیں :

"حضرت نُوح علیہ السلام کی شکایت اور بد دُعا کا آخر نتیجہ یہ ہوا کہ سو تھوڑے سے آدمیوں کے جو حضرت نُوح علیہ السلام کے سمجھانے سے راہ راست پر آ گئے تھے اور سب قوم کے لوگ طُوفان سے ہلاک ہو کر سیدھے جہنّم کو چلے گئے۔"

(احسن التفاسیر صـ ۲۲۹)

مشہور معاند مولوی غلام اللہ لکھتا ہے :

قوم نُوح علیہ السلام کو ان کے گناہوں کی وجہ سے غرق کر دیا گیا۔ پھر فوراً

ہی ان کو آگ میں داخل کر دیا گیا۔

یہ آیت عذابِ قبر کے اثبات پر اہلِ سُنّت کی محکم دلیل ہے۔ کیونکہ غرق کے فوراً بعد ان کو جس آگ میں داخل کیا گیا وہ آخرت کی آگ نہیں کیونکہ قیامت تو تا ہنوز قائم ہی نہیں ہوئی، اس لیے اس سے لا محالہ برزخ کا عذاب ہی مُراد ہے جسے اصطلاحِ شریعت میں عذابِ قبر سے تعبیر کیا گیا ہے۔ (جواہر القرآن ص ۱۲۰۵/۳)

مزید ملاحظہ ہو:

معارف القرآن از مفتی محمد شفیع ص ۵۹۶/۷، رُوح المعانی ص ۹۰/۲۹، قرطبی ص ۳۱۱/۲۸، ابو سعود ص ۳۱/۹، مظہری ص ۲۷/۱۰، کبیر ص ۱۳۵/۳۰، مطبوعہ ایران۔

سوال: آیت کا مطلب یہ ہے کہ وہ جہنّم میں ڈالے جائیں گے نہ کہ وہ ابھی قبر میں عذاب دیے گئے۔

جواب: امام رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

تَمَسَّكَ اَصْحَابُنَا فِیْ اِثْبَاتِ عَذَابِ الْقَبْرِ بِقَوْلِهٖ اُغْرِقُوْا فَاُدْخِلُوْا نَارًا وَذٰلِكَ مِنْ وَجْهَیْنِ (الْاَوَّلُ) اَنَّ الْفَاءَ فِیْ قَوْلِهٖ فَاُدْخِلُوْا نَارًا تَدُلُّ عَلٰی اَنَّهٗ حَصَلَتْ تِلْكَ الْحَالَةُ عَقِیْبَ الْاِغْرَاقِ فَلَا یُمْكِنُ حَمْلُهَا عَلٰی عَذَابِ الْاٰخِرَةِ، وَاِلَّا بَطَلَتْ دَلَالَةُ هٰذِهِ الْفَاءِ، (الثَّانِیْ) اَنَّهٗ قَالَ فَاُدْخِلُوْا عَلٰی سَبِیْلِ الْاِخْبَارِ عَنِ الْمَاضِیْ۔ وَهٰذِهٖ اِنَّمَا یَصْدُقُ لَوْ وَقَعَ ذٰلِكَ

(تفسیر کبیر ص ۱۳۵/۳۰)

ترجمہ: ہمارے اصحاب نے ارشادِ ربّانی اغرقوا فادخلوا نارًا سے موطرِ لقول

سے عذابِ قبر کو ثابت کیا ہے۔ پہلا فاء ادخلوا نارا کی فاء اس بات پر دلالت کرتی ہے، کہ دخولِ نار والی حالت اغراق کے فوراً بعد حاصل ہو گئی۔ پس اس فاء کی وجہ سے اس کو عذابِ آخرت پر محمول کرنا ممکن نہ رہا۔ دوسرا اللہ وحدہٗ لاشریک نے یہاں ادخلوا صیغہ ماضی استعمال کیا ہے، اور یہ تبھی صادق آتا ہے، جب کہ اس کا وقوع ہو چکا ہو۔

سوال: آیت کا مطلب یہ ہے کہ صرف ان کافروں کی رُوحوں کو عذاب ہو رہا ہے؛ "رُوح مع الجسد کو عذاب" یہ کس لفظ کا معنی ہے۔

جواب: جن کو غرق کیا گیا انہی کو آگ میں ڈالا گیا ہے۔ اگر صرف رُوحیں غرق ہوتیں (جو کہ صراحتاً غلط ہے) تو سوال ہو سکتا تھا۔ لیکن جب نافرمانوں کے اجساد مع الارواح کو غرق کیا گیا ہے تو ماننا پڑے گا کہ عذاب بھی ان کے جسموں کو ارواح سمیت ہو رہا ہے۔

آیت نمبر ۵۔ فَوَقٰىهُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِ مَا مَكَرُوْا وَحَاقَ بِاٰلِ فِرْعَوْنَ سُوْٓءُ الْعَذَابِ ۚ اَلنَّارُ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَّ عَشِيًّا ۚ وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ ۣ اَدْخِلُوْٓا اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ ۝ (پارہ ۲۴ المؤمن ۴۵-۴۶)

ترجمہ: پس خُدا نے ان کے فریبوں سے اس کو بچالیا اور فرعون کی قوم پر برا عذاب نازل ہوا۔ وُہ صبح و شام آگ کے سامنے پیش کیے جاتے ہیں، اور جس روز قیامت قائم ہو گی اس دن حکم ہو گا کہ فرعونیوں کو بڑے سخت عذاب میں داخل کرو۔ (ترجمہ امرتسری ص۵۶۴)

وہابی عالم احمد حسن دہلوی اسی کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

"عام مفسرین بلکہ تمام اہلِ سنت نے اس آیت سے عذابِ قبر کو ثابت کیا ہے۔ ایک اختلاف علماء میں یہاں اور ہے وہ یہ کہ عذابِ قبر فقط روح پر ہوگا، یا فقط جسم پر، یا روح جسم دونوں پر۔ بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ جنگِ بدر میں جو کافر مارے گئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی لاشوں پر کھڑے ہو کر یہ فرمایا کہ تم لوگوں نے خدا کا وعدہ سچا پایا۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ خدا کے وعدہ کے موافق اس وقت ان لوگوں پر عذاب ہو رہا تھا، لیکن وہ لاشیں سب صحابہ کے سامنے پڑی تھیں اور روح کا کوئی اثر ان لاشوں میں نہیں تھا۔ اسی واسطے صحابہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ حضرت آپ مرے ہوئے مُردوں سے باتیں کرتے ہیں۔ غرض اس قصہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ فقط جسم میں خدا تعالیٰ عذاب کا درد بھگتنے کی ایک قوت پیدا کر دیتا ہے اور عذاب صرف جسم پر ہی ہوتا ہے، روح کو اس سے کچھ تعلق نہیں۔ ابن حزم اور ابنِ حبیرہ کا مذہب یہ ہے کہ عذاب فقط روح پر ہوتا ہے۔ جمہور اہلِ سنت کا مذہب یہ ہے کہ عذابِ قبر جسم اور روح دونوں پر ہوتا ہے۔ صحیح حدیثوں سے منکر نکیر کے سوال و جواب کے وقت روح کا مُردہ جسم میں پھر آنا پایا جاتا ہے۔ اور اس وقت کے عذاب کا ذکر جو کچھ حدیث میں آیا ہے مثلاً قبر کا بھینچنا، دونوں کانوں کے بیچ میں فرشتہ کا گرزمارنا، اس سے بھی روح اور جسم دونوں پر عذابِ قبر کا ہونا معلوم ہوتا ہے۔ بعضے مفسروں کو یہاں یہ شبہ پیدا ہوا ہے کہ منکر نکیر کے سوال کے وقت تو مُردہ کو تازہ دفن کیا جاتا ہے جس کا جسم موجود ہوتا ہے اُس موجود جسم سے

رُوح کا تعلق سمجھ میں آتا ہے، لیکن جن مرے ہوئے لوگوں کو دفن کر کے عرصہ گزر گیا، جن کی ہڈیاں تک خاک ہو گئیں ان کی قبروں میں تو سوا خاک کے کچھ نظر نہیں آتا، ایسی حالت میں رُوح کا تعلق کون سے جسم کے ساتھ ہوتا ہے۔ اس کا جواب اور مفسروں نے یہ دیا ہے کہ دُنیا کا انتظام چلنے کے لیے اللہ تعالےٰ نے انسان سے عذابِ قبر کا حال اِس لیے پوشیدہ رکھا ہے کہ معمولی فرشتوں کو بھی اصلی صورت میں دیکھنا انسان کی طاقت سے باہر ہے۔ چنانچہ اس کا ذکر سُورۃ الانعام میں گزر چکا ہے۔ اب عذابِ قبر کے خوفناک فرشتوں کو عذاب کرتے ہوئے جو کوئی دیکھتا وُہ کسی طرح زندہ نہیں رہ سکتا تھا، جس سے دُنیا کے انتظام میں خلل پڑ جاتا۔ صحیح بُخاری میں انس بن مالک سے اور صحیح سند سے مسند امام احمد اور اَبُو داؤد میں براء ابن العازب سے جو روایتیں ہیں، اُن میں یہ ذکر تفصیل سے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عذابِ قبر کا حال انسان سے پوشیدہ رکھا ہے۔ اب یہ بات اللہ تعالےٰ کی قدرت سے کیا بعید ہے کہ ریڑھ کی ہڈی کے چھوٹے سے ٹکڑے سے رُوح کا تعلق کرایا جاتا ہو اور عذابِ قبر کے پوشیدہ رکھے جانے کی حکمت سے وُہ ہڈی کا ٹکڑا انسان کو نظر نہ آتا ہو، یہ ریڑھ کی ہڈی کا ٹکڑا وہی ہے جس کا ذکر صحیح بخاری اور مُسلم کی اَبُوہریرہ کی روایت میں ہے کہ اُس کو مٹی نہیں کھاتی، اور اسی سے قیامت کے دن مُردہ کا سارا جسم تیار ہو جائے گا۔ اس سے یہ بات بھی نکل سکتی ہے کہ جس طرح ہڈی ہڈی کے ٹکڑے میں تمام جسم کے تیار ہو جانے کا مادہ رکھا گیا ہے اسی طرح رُوح کے تعلق کے بعد اس ہڈی کے ٹکڑے پر کا عذابِ قبر تمام جسم پر کے عذاب کا کام دے تو کیا یہ قدرتِ الٰہی سے باہر ہے؟۔ حاصلِ کلام یہ ہے کہ دُنیا کی آنکھوں

میں آخرت کی چیزوں کے دیکھنے کی طاقت نہیں ہے، اس واسطے یہ ضرور نہیں ہے کہ مثلاً عذابِ قبر جنت دوزخ یا آخرت کی اور چیزیں دُنیا میں انسان کو نظر آجائیں گی۔ اگر ایسا ہوتا تو دُنیا کی آنکھوں سے موسٰی علیہ السلام کو اللہ تعالٰی کا دیدار ضرور ہو جاتا۔ صحیح بخاری، ترمذی، نسائی وغیرہ میں عبداللہ بن عمرو سے روایت ہے جس میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کوئی ایسا شخص مرجاتا ہے جو قیامت کے دن جنت میں داخل ہونے کے قابل ٹھہرا ہے تو اُس کو صبح و شام اُس کا جنت کا ٹھکانہ اور جو دوزخ میں جھونکے جانے کے قابل قرار پایا ہے، اُس کو صبح و شام اس کا دوزخ کا ٹھکانہ دکھا کر فرشتے یہ کہتے ہیں کہ قیامت کے دن اس ٹھکانے میں جانے کے لیے ہر ایک شخص کو دوبارہ زندہ کیا جائے گا۔ یہ حدیث بھی یہود یہ کے قصہ کے بعد کی ہے، کیونکہ اس میں فرعون جیسے کافروں اور اہلِ کلمہ گناہ گاروں سب کو یہ جتایا گیا ہے کہ قیامت سے پہلے ہر قابلِ دوزخ شخص پر علاوہ اور عذاب قبر کے یہ عذابِ قبر بھی ہوگا کہ صبح و شام اُس کا دوزخ کا ٹھکانہ اُس کو دکھایا جائے گا۔ صحیح حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ پیشاب کی نجاست سے نہ بچنے اور غیبت سے اکثر عذابِ قبر ہوگا۔ اور یہ بھی صحیح حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص ہر رات کو سورۃ الملک پڑھے گا وُہ عذابِ قبر سے محفوظ رہے گا۔ آیت کا حاصل مطلب یہ ہے کہ قیامت سے پہلے تو فرعون اور اُس کے ساتھیوں کو اُن کا دوزخ کا ٹھکانہ صبح و شام دکھایا جائیگا اور ان کو حکم دیا جائیگا کہ وُہ اس ٹھکانے میں جا کر ہمیشہ رہیں۔ براء بن عازب کی جس حدیث کا حوالہ اُوپر گزرا، اُس میں یہ بھی ہے کہ دوزخ کے قابل لوگ قیامت سے پہلے قبر میں ہمیشہ یہ دُعا مانگتے رہتے ہیں کہ یا اللہ! قیامت قائم نہ ہو۔ اس حدیث سے

یہ بات اچھی طرح سمجھ میں آجاتی ہے کہ صبح و شام دوزخ کا ٹھکانہ دیکھ کر یہ لوگ قیامت کے دن اُس ٹھکانے میں جانے سے ایسے خوفزدہ ہیں کہ عذابِ قبر کو اُس کے آگے غنیمت جانتے ہیں، اور قیامت کے قائم نہ ہونے کی دُعا مانگتے رہتے ہیں۔

(احسن التفاسیر ص ۱۰۶-۱۰۷ پ)

رئیس المنکرین مولوی غلام اللہ خاں لکھتے ہیں:

اس میں عالمِ برزخ اور قیامت دونوں کے عذاب کا ذکر ہے، قوم فرعون کو ہلاکت اور غرق کے بعد عالمِ برزخ میں روزانہ صبح و شام آگ کا عذاب دیا جاتا ہے، یہ سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا اور جب قیامت قائم ہوگی تو حکم ہوگا کہ قوم فرعون کو اب اس پہلے سے بھی زیادہ سخت عذاب میں داخل کردو۔ یہ آیت عذابِ قبر (عالمِ برزخ) کے ثبوت پر نص صریح ہے۔ اور تمام اہلِ سنّت جماعت عذابِ قبر کے اثبات پر متفق ہیں۔ اس آیت میں دو عذابوں کا ذکر ہے، ایک اَلنَّارُ یُعْرَضُوْنَ الخ دوم اَدْخِلُوْٓا اٰلَ فِرْعَوْنَ الخ دونوں کے درمیان وَیَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ وارد ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اَلنَّارُ یُعْرَضُوْنَ الخ میں جس عذاب کا ذکر کیا گیا ہے وہ قیامِ قیامت سے پہلے ہے اور یہ عالمِ برزخ کے عذاب کے سوا اور کوئی نہیں وَھٰذِہِ الْاٰیَةُ دَلِیْلٌ عَلٰی عَذَابِ الْقَبْرِ (مدارک) ...... ھٰذِہِ الْاٰیَةُ تَدُلُّ عَلٰی عَذَابِ الْقَبْرِ فِی الدُّنْیَا۔ (قرطبی) (جواہر القرآن ص ۱۰۵۲)

سوال: اس آیت میں صرف رُوحوں کا ذکر ہے کہ ان کو صبح و شام آگ پر پیش کیا جاتا ہے، رُوح اور جسم دونوں کا ذکر نہیں ہے؟

جواب: آیتِ مبارکہ کے الفاظ پر دوبارہ غور کیجیے تو معلوم ہوگا کہ یہ عذابِ نار رُوح اور جسم دونوں کو ہوتا ہے، صرف ارواح کو نہیں۔ ارشادِ خداوندی ہے:

وَحَاقَ بِآلِ فِرْعَوْنَ سُوْءُ الْعَذَابِ، اَلنَّارُ یُعْرَضُوْنَ عَلَیْهَا۔

اس آیت میں النَّارُ، سُوْءُ الْعَذَابِ سے بدل واقع ہو رہا ہے۔ یا یہ مبتدا، محذوف "هُوَ" جس کا مرجع سوءُ العذاب ہے، کی خبر واقع ہو رہا ہے۔

رُوح المعانی میں ہے:

وَجُوِّزَ اَنْ تَكُوْنَ (النَّارُ) بَدَلًا مِنْ (سُوْءِ الْعَذَابِ) وَ (یُعْرَضُوْنَ) فِیْ مَوْضِعِ الْحَالِ مِنْهَا اَوْ مِنَ الْآلِ، وَاَنْ تَكُوْنَ النَّارُ خَبَرَ مُبْتَدَاٍ مَحْذُوْفٍ هُوَ ضَمِیْرُ سُوْءِ الْعَذَابِ كَاَنَّهٗ قِیْلَ، مَا سُوْءُ الْعَذَابِ؟ فَقِیْلَ، هُوَ النَّارُ۔

(رُوح المعانی ص ۲۴ مطبوعہ ملتان)

مندرجہ بالا ترکیبِ نحوی پر غور فرمائیے تو معلوم ہوگا کہ سوءالعذاب اور نار دونوں کی مُراد اس آیتِ کریمہ میں ایک ہے۔ اور اسمِ نار (سوءالعذاب) نے آلِ فرعون کو گھیر رکھا ہے۔ اور ظاہر بات ہے کہ آلِ فرعون صرف ارواح کا نام نہیں بلکہ رُوح مع الجسد کا نام ہے۔ نظمِ قرآن سے ثابت ہوا کہ فرعونیوں کی رُوحوں کو ان کے جسموں سمیت مرنے کے بعد سے قیامت تک عذاب ہوتا رہے گا۔

سوال: بعض روایات میں یہ بھی آتا ہے کہ آلِ فرعون کی ارواح کو سیاہ رنگ کے پرندوں کے اجواف میں رکھ کر صبح و شام آگ پر پیش کیا جاتا ہے۔

(تفسیر ابن جریر ص ۴۶/۲۴)

اس سے تو یہ بات واضح طور پر معلوم ہوتی ہے کہ فرعونیوں کے "اجساد فی القبور" معذب نہیں ہیں۔

جواب: اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ آلِ فرعون کی ارواح کے لیے مثالی اجسام تیار کر کے صبح، شام آگ پر پیش کیا جاتا ہے تو اس سے یہ کیسے لازم آئے گا کہ دُنیاوی اجسام اصلیہ پر عذاب نہیں ہو رہا، جبکہ قرآن حکیم کا ظاہر انہی اجسام اصلیہ کے معذب ہونے کی خبر دے رہا ہے، ملاحظہ فرمائیے۔

یہ بات تو فریقِ مخالف کو بھی مسلّم ہے کہ قیامت کے دن رُوح مع الجسد کو جہنّم (اشد العذاب) میں ڈالا جائے گا۔ جب یہ بات واضح ہے کہ جہنّم میں جسمِ اصلی ڈالا جائے گا تو یہ بات بھی تسلیم کرنا پڑے گی کہ اب بھی ان اجسام اصلیہ ہی کو عذاب ہو رہا ہے۔ کیونکہ اگر قبر میں جسم اصلی معذب ہی نہیں ہوا تو اس پر یوم قیامت اشدّ العذاب کا اطلاق درست کیسے ہوگا؟ اشدّ اسم تفضیل کا صیغہ ہے جس کا تقاضا ہی یہ ہے کہ قبر کی نسبت جہنّم کا عذاب زیادہ سخت ہے۔

معلوم ہوا کہ قبر میں جسمِ اصلی کو بھی عذاب ہوتا ہے اور جسمِ مثالی کو بھی۔

آیت نمبر۶- وَلَوْ تَرٰۤى اِذِ الظّٰلِمُوْنَ فِیْ غَمَرٰتِ الْمَوْتِ وَالْمَلٰٓىِٕكَةُ بَاسِطُوْۤا اَیْدِیْهِمْ ۚ اَخْرِجُوْۤا اَنْفُسَكُمْ

اَلْیَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ بِمَا كُنْتُمْ تَقُوْلُوْنَ
عَلَى اللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ وَكُنْتُمْ عَنْ اٰيٰتِهٖ تَسْتَكْبِرُوْنَ ۝

(پارہ ۷، الانعام ۹۳)

ترجمہ: کاش تم دیکھو جب ظالم موت کی سختیوں میں گرفتار ہوں اور فرشتے بڑھا رہے ہوں ان کی طرف اپنے ہاتھ اور انہیں کہیں کہ نکالو اپنی جانوں کو۔ آج تمہیں دیا جائے گا ذلت کا عذاب اس وجہ سے کہ تم بہتان لگاتے تھے، اللہ تعالیٰ پر ناحق اور تم اس کی آیتوں (کے ماننے) سے تکبر کیا کرتے تھے۔

اس آیت کریمہ نے صاف صاف بتا دیا کہ ظالموں کی رُوح قبض کرتے وقت ہی فرشتے انہیں بتا دیتے ہیں کہ تمہارے کرتوتوں کی وجہ سے تمہیں آج ہی سے عذاب ملنا شروع ہو جائے گا۔ اور ظاہر ہے جو عذاب آج سے شروع ہونا ہے وُہ عذابِ قبر ہی ہے۔

وہابی عالم قاضی شوکانی لکھتے ہیں:

اَرَادُوْا بِالْيَوْمِ الْوَقْتَ الَّذِيْ يُعَذَّبُوْنَ فِيْهِ الَّذِيْ مَبْدَؤُهٗ عَذَابُ الْقَبْرِ

(تفسیر فتح القدیر ص ۱۳۰)

ترجمہ: آج (الیوم) سے مُراد وُہ وقت ہے جس میں ان کو عذاب دیا جائے گا جس کی ابتداء عذابِ قبر ہے۔

دیوبندی حکیم الاُمت اشرف علی صاحب تھانوی لکھتے ہیں:

دیکھو آج مرنے کے ساتھ ہی تم کو ذلت کی سزا دی جائیگی۔ یعنی جس میں تکلیف جسمانی بھی ہو اور ذلت روحانی بھی۔ (تفسیر بیان القرآن ص ۲۵۳)

آیت نمبر۷۔ وَلَوْ تَرٰىٓ اِذْ يَتَوَفَّى الَّذِيْنَ كَفَرُوا ۙ الْمَلٰٓئِكَةُ يَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَاَدْبَارَهُمْ ۚ وَذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ ۝ (پارہ ۱۰ الانفال ۵۰)

ترجمہ: اور اگر تُو دیکھے جس وقت جان قبض کرتے ہیں، کافروں کو فرشتے مارتے ہیں ان کے مُنہ پر اور ان کے پیچھے اور کہتے ہیں چکھو عذاب جلنے کا۔

(ترجمہ محمود الحسن ص ۲۳۴)

وہابی عالم احمد حسن دہلوی اسی آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

تفسیر ابن ابی حاتم وغیرہ میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ جب مشرکین مسلمانوں کی طرف مُنہ کرتے تھے تو سامنے سے مسلمانوں کی تلوار پڑتی تھی اور جب پیٹھ پھیرتے تھے تو فرشتے پیچھے سے مارتے تھے، بدر کی لڑائی میں جو مشرک مارے گئے یہ تو ان پر فرشتوں کی مار پڑنے کا حال ہے، عام مشرکوں کا بھی یہی حال ہے کہ اللہ کے فرشتے جب ان کی رُوح کو قبض کرنے آتے ہیں تو ان کو مارتے پیٹتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اب عذابِ الٰہی کا مزہ چکھو چنانچہ ایک جگہ ابُوداؤد اور مسند امام احمد کے حوالہ سے براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی ایک صحیح حدیث اس باب میں گزر چکی ہے۔ (احسن التفاسیر ص ۳۹۰ ج ۲)

یہی وہابی عالم لکھتے ہیں:

حدیث کی کتابوں میں اس شدت اور سختی کی تفصیل بہت صراحت سے صحیح بُخاری، مُسلم، ترمذی، نسائی وغیرہ میں حضرت عائشہ، انس، ابُوہریرہ، عبادہ بن صامت و براء بن عازب[1] کی روایتیں ہیں۔ مختصر طور پر جن کا ذکر یہ ہے کہ

---

[1] رضی اللہ تعالیٰ عنہم

علمِ الٰہی میں جو لوگ لائق عذاب کے ہیں ان کی قبضِ رُوح کے وقت بڑے ہیبتناک صُورت کے فرشتے آتے ہیں اور اس لائقِ عذاب شخص کی رُوح کو خبر سناتے ہیں کہ جسم سے الگ ہوتے ہی سخت عذابِ قبر اس پر ہونے والا ہے، اس عذاب کے خوف سے رُوح جسم میں جگہ جگہ چھپتی ہے اور فرشتے بڑی سختی سے اس رُوح کو نکالتے ہیں اور رُوح کے نکالتے وقت یہ کہتے ہیں کہ اے ناپاک رُوح اللہ کے عذاب میں پھنسنے کے لیے جلدی نکل اور اس شخص کے مُنہ اور پیٹھ پر طرح طرح کی مار مارتے ہیں، جب اس خرابی سے رُوح نکلتی ہے تو ایک طرح کی بدبُو رُوئے زمین پر پھیل جاتی ہے جس سے ان فرشتوں کو جو اپنے اپنے کام کے لیے رُوئے زمین پر ہیں معلوم ہو جاتا ہے کہ کوئی ناپاک رُوح کسی جسم سے جُدا ہوئی ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس بدبُو کا ذکر فرماتے وقت اپنی ناک پر کپڑا ڈھانک لیا کرتے تھے، کیونکہ برکت نبوت کے سبب سے بدبُو کے ذکر کے وقت اصلی بدبُو آپ کے دماغ میں اثر کرنے لگتی تھی اس رُوح کو فرشتے آسمان پر لے جانا چاہتے ہیں لیکن آسمان کے دروازے نہیں کھلتے۔ اس بیان کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ آیت پڑھا کرتے تھے لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَاءِ وَلَا يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ حَتّٰى يَلِجَ الْجَمَلُ فِيْ سَمِّ الْخِيَاطِ ۚ (۷۔ ۴۰) جس کا مطلب یہ ہے کہ اگر اُونٹ سوئی کے ناکے میں گھس جائے مگر یہ نافرمان اُونٹ جنت میں جا سکتے ہیں نہ اُن کی رُوح کیلئے آسمان کے دروازے کھل سکتے ہیں،

——— اب اس ناپاک رُوح کے لیے جب آسمان کے

دروازے نہیں کھلتے تو روح پھر جسم میں لائی جاتی ہے اور منکر نکیر کا سوال قبر ہو کر قیامت کے قائم ہونے تک طرح طرح کے قبر کے عذاب میں وہ بیچ گرفتار رہتی ہے۔ (احسن التفاسیر ۱۲۵/۴)

حضرت نوح علیہ السلام اور حضرت لوط علیہ السلام کی بیویوں کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد ہوا:

آیت نمبر ۸ ۔ وَقِيلَ ادْخُلَا النَّارَ مَعَ الدَّاخِلِينَ ۝ (پارہ ۲۸ التحریم ۱۰)

ترجمہ: اور ان کو کہا گیا کہ آگ میں داخل ہونے والوں کے ساتھ تم بھی داخل ہو جاؤ

(ترجمہ، مولوی ثناء اللہ امرتسری ۶۷۹)

معلوم ہوا کہ حضرت نوح اور حضرت لوط علیہما السلام کی بیویوں کو آگ کا عذاب مل رہا ہے۔ اور ظاہر بات ہے کہ یہ آگ برزخ کی ہے کیونکہ جہنم کی آگ میں تو قیامت کے بعد ہی داخلہ ہوگا۔

نیز مِمَّا خَطِيئَاتِهِمْ أُغْرِقُوا فَأُدْخِلُوا نَارًا آیت کریمہ بھی اسی بات کی مؤید ہے۔

آیت نمبر ۹ ۔ أَلْهَاكُمُ التَّكَاثُرُ ۝ حَتَّىٰ زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ ۝ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُونَ ۝ ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُونَ ۝

(پارہ ۳۰ التکاثر ۱-۲-۳-۴)

ترجمہ: غافل رکھا تمہیں زیادہ سے زیادہ مال جمع کرنے کی ہوس نے یہاں تک کہ تم قبروں میں جا پہنچے۔ ہاں ہاں تم جلد جان لوگے، پھر ہاں ہاں تمہیں (اپنی کوششوں کا انجام) جلد معلوم ہو جائے گا۔ (ترجمہ پیر محمد کرم شاہ الازہری)
(جمال القرآن ۹۹۵)

7

امام المفسرین ابنِ جریر طبری فرماتے ہیں:

فِیْ هٰذَا دَلِیْلٌ عَلٰی صِحَّةِ الْقَوْلِ بِعَذَابِ الْقَبْرِ لِاَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی ذِکْرُهٗ اَخْبَرَ عَنْ هٰؤُلَاءِ الْقَوْمِ الَّذِیْنَ اَلْهٰهُمُ التَّکَاثُرُ اَنَّهُمْ سَیَعْلَمُوْنَ مَا یَلْقَوْنَ اِذَا هُمْ زَارُوا الْقُبُوْرَ وَعِیْدًا مِّنْهُ لَهُمْ وَ تَهَدُّدًا۔ (تفسیر ابن جریر ص۱۸۳)

ترجمہ: اس میں اس بات کی دلیل ہے کہ عذابِ قبر کا قول بالکل صحیح ہے اسلئے کہ خداوندِ قدوس نے اس قوم کے متعلق بتایا ہے جس کو زیادتی کی ہوس نے غافل کر دیا کہ جب یہ قبروں میں جا پڑیں گے تو ان کو معلوم ہو جائے گا کہ ان پر کیا بیتتی ہے۔ یہ ارشادِ گرامی اللہ رب العزت کی جانب سے وعید اور تہدید کے طور پر ہے۔

پھر ابن جریر نے ۲ مختلف سندوں کے ساتھ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ یہ آیات عذابِ قبر کے متعلق نازل ہوئی ہیں۔ (تفسیر ابن جریر ص۱۸۳)

حافظ ابنِ کثیر نے بھی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ یہ آیات عذابِ قبر کے متعلق ہیں۔ (تفسیر ابن کثیر ص۵۴۵)

قرطبی میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ کَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ سے مراد عذابِ قبر ہے۔ ثُمَّ کَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ سے مراد عذابِ آخرت ہے۔ (تفسیر قرطبی ص۱۷۳)

سوال: عذابِ قبر رُوح کو ہوتا ہے جسم کو نہیں؟

جواب: ہم آیاتِ کریمہ کی تفسیر میں اس سوال کا مدلل جواب عرض کر چکے ہیں کہ

صرف رُوح کو عذاب کا دعویٰ درست نہیں ہے۔ عذاب رُوح اور جسم دونوں کو ہوتا ہے۔ اس مضمون کو اگر ایک بار مزید پڑھ لیا جائے اور عذابِ قبر کے اثبات کے لیے پیش کی گئی آیاتِ کریمہ کو اگر غور سے پڑھا جائے تو یہ سوال ختم ہو کر رہ جاتا ہے۔ لیکن پھر بھی ہم چند مزید حوالے پیش کر دیتے ہیں تاکہ مخالف کو مجالِ انکار نہ رہے۔

نمبر ۱۔ نجدیہ کے متفقہ شیخ الاسلام حافظ ابنِ تیمیہ سے پوچھا گیا:

وَهُوَ بِمِصْرَ، عَنْ "عَذَابِ الْقَبْرِ"، هَلْ هُوَ عَلَى النَّفْسِ وَالْبَدَنِ أَوْ عَلَى النَّفْسِ، دُوْنَ الْبَدَنِ؟ جب کہ وہ مصر میں تھے کہ عذاب قبر کیا رُوح اور بدن دونوں پر ہوتا ہے یا کہ بدن پر نہیں صرف رُوح پر؟

تو اس کا جواب حافظ ابنِ تیمیہ نے یوں دیا:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ، بَلِ الْعَذَابُ وَالنَّعِيْمُ عَلَى النَّفْسِ وَالْبَدَنِ جَمِيْعًا بِاتِّفَاقِ اَهْلِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ۔

(فتاویٰ ابنِ تیمیہ ص ۲۸۳)

ترجمہ: اہلِ سُنّت کا اس پر اتفاق ہے کہ عذاب و ثواب رُوح اور بدن دونوں کو ہوتا ہے۔

نمبر ۲۔ یہی حافظ ابنِ تیمیہ چند احادیثِ مبارکہ نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

فَقَدْ صَرَّحَ الْحَدِيْثُ بِاِعَادَةِ الرُّوْحِ اِلَى الْجَسَدِ وَبِاخْتِلَافِ اَضْلَاعِهِ۔ وَهٰذَا بَيِّنٌ فِيْ اَنَّ الْعَذَابَ عَلَى الرُّوْحِ وَالْبَدَنِ مُجْتَمِعَيْنِ۔

(فتاویٰ ابنِ تیمیہ ص ۲۸۹)

ترجمہ : حدیث نے اس بات کی تصریح کر دی ہے کہ رُوح جسم کی طرف لوٹ کر آتی ہے اور معذب جسم کی پسلیاں مختلف ہو جاتی ھیں - اور یہ چیز اس مسئلہ میں بالکل واضح ہے کہ عذاب رُوح اور بدن دونوں کو ہوتا ہے -

نمبر۳ - حافظ ابنِ حجر عسقلانی فرماتے ھیں :

وَقَدْ ثَبَتَتِ الْاَحَادِيْثُ بِمَا ذَهَبَ اِلَيْهِ الْجُمْهُوْرُ كَقَوْلِهٖ، اِنَّهٗ يَسْمَعُ خَفْقَ نِعَالِهِمْ" وَقَوْلِهٖ" تَخْتَلِفُ اَضْلَاعُهٗ لِضَمَّةِ الْقَبْرِ" وَقَوْلِهٖ" يَسْمَعُ صَوْتَهٗ اِذَا ضَرَبَهٗ بِالْمِطْرَاقِ" وَقَوْلِهٖ" يُضْرَبُ بَيْنَ اُذُنَيْهِ" وَقَوْلِهٖ" فَيُقْعِدَانِهٖ" وَكُلُّ ذٰلِكَ مِنْ صِفَاتِ الْاَجْسَادِ - (فتح الباری شرح صحیح بخاری ص۲۳۵)

ترجمہ : احادیث سے جمہور کا ھی مذھب ثابت ہوتا ہے - مثلاً" میت لوگوں کے جُوتوں کی آہٹ سُنتی ہے" ارشادِ نبوی ہے " قبر کے ملنے سے میت کی پسلیاں ٹُوٹ جاتی ہیں" ارشادِ نبوی ہے " جب معذب میت کو ہتھوڑوں سے ملتے ھیں تو اُس کی آواز سُنی جاتی ہے" اور ارشادِ نبوی ہے " میت کے دونوں کانوں کے درمیان مارا جاتا ہے" اور ارشادِ نبوی ہے " منکر نکیر میت کو بٹھاتے ہیں" یہ سب چیزیں جسم کی صفات ھیں -

نمبر۴ - وہابی علامہ وحید الزماں لکھتے ھیں :

" قبر کا عذاب اہلِ سُنّت بالاتفاق تسلیم کرتے ہیں - اور اس کا ماننا عقائد میں داخل ہے اور جو کوئی قبر کے عذاب کا انکار کرے وہ معتزلی یا خارجی اور گمراہ اور بدعتی ہے - قسطلانی نے کہا قرآن و حدیث سے قبر کا عذاب ثابت ہے

اور اہلِ سنت کا اس پر اجماع ہے اور عقلاً بھی اس میں کوئی اشکال نہیں بدن کے ہر جزو سے روح کا تعلق باقی رہنا کوئی مشکل نہیں گو بدن کے اجزاء متفرق ہو گئے ہوں یا درندے یا جانور اس کو کھا گئے ہوں جیسے اللہ تعالیٰ ان سب اجزاء کو جمع کر کے حشر کریگا۔ مصابیح الجامع میں ہے کہ عذابِ قبر میں اس کثرت سے حدیثیں وارد ہیں کہ کئی علماء نے ان کو متواتر قرار دیا ہے۔"

(تیسیر الباری ترجمہ و شرح صحیح بخاری ص ۳۲۱ ج ۲ مطبوعہ تاج کمپنی)

ایک اور وہابی عالم نواب صدیق حسن خاں لکھتے ہیں:

قَالَ الْقَسْطَلَانِیُّ ، قَدْ تَظَاهَرَتِ الدَّلَائِلُ مِنَ الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ عَلٰى ثُبُوْتِ عَذَابِ الْقَبْرِ، وَاَجْمَعَ عَلَيْهِ اَهْلُ السُّنَّةِ وَلَا مَانِعَ فِی الْعَقْلِ اَنْ يُّعِيْدَ اللّٰهُ الْحَيَاةَ فِیْ جُزْءٍ مِّنَ الْجَسَدِ وَفِیْ جَمِيْعِهٖ عَلٰى خِلَافِ الْمَعْرُوْفِ فَيُثِيْبُهٗ وَيُعَذِّبُهٗ، وَاِذَا لَمْ يَمْنَعْهُ الْعَقْلُ وَوَرَدَ بِهِ الشَّرْعُ وَجَبَ قَبُوْلُهٗ وَاعْتِقَادُهٗ، وَلَا يَمْنَعُ مِنْ ذٰلِكَ كَوْنُ الْمَيِّتِ قَدْ تَفَرَّقَتْ اَجْزَاؤُهٗ، كَمَا يُشَاهَدُ فِی الْعَادَةِ اَوْ اَكَلَتْهُ السِّبَاعُ وَالطُّيُوْرُ وَحِيْتَانُ الْبَحْرِ، كَمَا اَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يُعِيْدُهٗ لِلْحَشْرِ، وَهُوَ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى قَادِرٌ عَلٰى ذٰلِكَ فَلَا يُسْتَبْعَدُ تَعَلُّقُ رُوْحِ الشَّخْصِ الْوَاحِدِ فِیْ اٰنٍ وَّاحِدٍ بِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْ اَجْزَائِهِ الْمُتَفَرِّقَةِ فِی الْمَشَارِقِ وَالْمَغَارِبِ فَاِنَّ تَعَلُّقَهٗ لَيْسَ عَلٰى سَبِيْلِ الْحُلُوْلِ حَتّٰى يَمْنَعَهُ الْحُلُوْلُ فِیْ

جُزْءٍ مِنَ الْحُلُوْلِ فِيْ غَيْرِهٖ قَالَ فِيْ مَصَابِيْحِ الْجَامِعِ، وَقَدْ كَثُرَتِ الْاَحَادِيْثُ فِيْ عَذَابِ الْقَبْرِ حَتّٰى قَالَ غَيْرُ وَاحِدٍ اَنَّهَا مُتَوَاتِرَةٌ لَا يَصِحُّ عَلَيْهَا التَّوَاطُؤُ وَاِنْ لَمْ يَصِحَّ مِثْلُهَا لَمْ يَصِحَّ شَيْءٌ مِنْ اَمْرِ الدِّيْنِ۔

(عون الباری از نواب صدیق حسن خاں ص۳۶۴ ص۳۶۵)

ترجمہ: امام قسطلانی نے کہا ہے کہ 'عذابِ قبر کے ثبوت پر کتاب و سُنّت کے بیشمار دلائل موجود ہیں اور اہلِ سُنّت کا اس پر اجماع ہے۔ اور عقل بھی اس میں مانع نہیں کہ اللہ تعالیٰ جسم کے کسی ایک جزو یا تمام اجزاء میں حیات کو دوبارہ پیدا فرما دے پھر اس کو ثواب و عذاب کرے، اور جب عقل بھی مانع نہیں اور شرع میں بھی یہ چیز وارد ہوتی ہے تو اس کو قبول کرنا اور اس پر اعتقاد رکھنا واجب ہے۔ اگر میّت کے اجزا بکھر بھی چکے ہوں جیسا کہ عام طور پر مشاہدہ ہوتا ہے یا اس کو درندوں، پرندوں اور سمندروں کی مچھلیوں نے بھی کھا لیا ہو، پھر بھی ان اجزاء میں حیات کے لوٹنے پر مانع موجود نہیں ہے۔ جس طرح کہ اللہ تعالیٰ حشر میں حیات کو لوٹا دے گا۔ اور اللہ تعالیٰ اس پر قادر ہے۔ پس آنِ واحد میں ایک شخص کی رُوح کا مشارق و مغارب میں بکھرے ہوئے اجزاء کے ساتھ تعلق بعید نہیں ہے۔ پس بیشک یہ تعلق حلول کے طریقہ پر نہیں ہے۔ مصابیح الجامع میں ہے کہ عذابِ قبر کے متعلق احادیث اتنی کثرت سے وارد ہیں کہ متعدد محدثین نے تواتر کا دعویٰ کیا ہے۔ اتنے لوگوں کا جھوٹ پر اجتماع نہیں ہو سکتا۔ اگر اس جیسی بھی بات درست اور صحیح نہ ہو تو دین کی

کوئی بات بھی درست اور صحیح نہ ہوگی۔

نوٹ : امام قسطلانی کی یہ عبارت ارشاد الساری شرح صحیح بخاری

صفحہ نمبر ۲/۳۹۴ پر موجود ہے۔

نمبر ۵ ۔ امام قاضی صدر الدین ابی العز الحنفی لکھتے ہیں :

وَلَيْسَ السُّؤَالُ فِي الْقَبْرِ لِلرُّوحِ وَحْدَهَا، كَمَا قَالَ ابْنُ حَزْمٍ وَغَيْرُهُ، وَأَفْسَدُ مِنْهُ قَوْلُ مَنْ قَالَ إِنَّهُ لِلْبَدَنِ بِلَا رُوحٍ وَالْأَحَادِيثُ الصَّحِيحَةُ تَرُدُّ الْقَوْلَيْنِ، وَكَذٰلِكَ عَذَابُ الْقَبْرِ يَكُونُ لِلنَّفْسِ وَالْبَدَنِ جَمِيعًا بِاتِّفَاقِ أَهْلِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ تَنْعَمُ النَّفْسُ وَتُعَذَّبُ مُنْفَرِدَةً عَنِ الْبَدَنِ وَمُتَّصِلَةً بِهِ وَاعْلَمْ أَنَّ عَذَابَ القبر هو عذاب البرزخ، فَكُلُّ مَنْ مَاتَ وَهُوَ مُسْتَحِقٌّ لِلْعَذَابِ نَالَهُ نَصِيبُهُ مِنْهُ، قُبِرَ أَوْ لَمْ يُقْبَرْ أَكَلَتْهُ السِّبَاعُ أَوِ احْتَرَقَ حَتّٰى صَارَ رَمَادًا وَنُسِفَ فِي الْهَوَاءِ أَوْ صُلِبَ أَوْ غَرِقَ فِي الْبَحْرِ، وَصَلَ إِلٰى رُوحِهِ وَبَدَنِهِ مِنَ الْعَذَابِ مَا يَصِلُ إِلَى الْمَقْبُورِ۔

(شرح عقیدہ طحاویہ ص۴۵۱ مطبوعہ مکتبہ سلفیہ)

ترجمہ : قبر میں سوال صرف رُوح سے نہیں ہوتا جیسا کہ ابنِ حزم وغیرہ کا قول ہے اس سے بھی غلط قول اس کا ہے جو یہ کہتا ہے کہ عذابِ قبر صرف بدن کو ہوتا ہے رُوح کو نہیں —— اور احادیث صحیحہ ان دونوں اقوال کو رد کرتی ہیں اہلِ سُنّت وجماعت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ عذابِ قبر رُوح اور بدن

دونوں کو ہوتا ہے، خواہ رُوح بدن سے متصل ہو یا الگ۔

خُوب اچھی طرح جان لیجیے کہ عذابِ قبر عذابِ برزخ ہی ہے جو بھی مستحق عذاب مرجائے اسے اس کا حصّہ پہنچتا ہے خواہ اسے قبر ملے یا نہ ملے درندوں نے اسے کھالیا ہو یا جل کر راکھ ہو جائے، ہوا میں ذرات بکھر جائیں سولی دیا جائے یا سمندر میں غرق ہو جائے اس کی رُوح اور بدن کو ایسا ہی عذاب پہنچتا ہے جیسے کہ قبر میں پڑے ہوئے کو۔

نمبر۶۔ الکوکب الدری کے حاشیہ میں ہے:

فَیُعَذَّبُ الْجِسْمُ مُتَّصِلًا بِالرُّوحِ وَالرُّوحُ مُتَّصِلًا بِالْجِسْمِ فَیَتَأَلَّمُ الرُّوحُ مَعَ الْجَسَدِ وَإِنْ کَانَ خَارِجًا عَنْہُ۔

(الکواکب الدری صہ ۳۲۵)

ترجمہ: رُوح کا اتصال جسم کے ساتھ ہوتا ہے اس لیے دونوں کو عذاب ہوتا ہے۔ رُوح اگرچہ جسم سے خارج ہی کیوں نہ ہو پھر بھی رُوح جسم کے ساتھ ہی درد والم محسوس کرتی ہے۔

نمبر۷۔ حافظ ابنِ قیم لکھتے ہیں:

إِنَّ مَذْهَبَ سَلَفِ الْأُمَّةِ وَأَئِمَّتِهَا أَنَّ الْمَیِّتَ إِذَا مَاتَ یَکُونُ فِی نَعِیْمٍ أَوْ عَذَابٍ وَإِنَّ ذٰلِکَ یَحْصُلُ لِرُوحِهٖ وَبَدَنِهٖ

(کتاب الروح صہ ۵۷)

ترجمہ: جو اُمتِ مُسلمہ گزر چکی ہے اس کا اور اس کے اماموں کا مذہب یہی ہے کہ بندہ جب مرجاتا ہے تو وُہ نعمتوں میں ہوتا ہے یا عذاب میں۔

اور یہ (عذاب و ثواب) اس کی رُوح اور بدن دونوں کو حاصل ہوتا ہے۔

نمبر ۸۔ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

قَالَ الْعُلَمَاءُ، عَذَابُ الْقَبْرِ هُوَ عَذَابُ الْبَرْزَخِ أُضِيفَ إِلَى الْقَبْرِ لِأَنَّهُ الْغَالِبُ وَإِلَّا فَكُلُّ مَيِّتٍ إِذَا أَرَادَ اللّٰهُ تَعَالَى تَعْذِيبَهُ نَالَهُ مَا أَرَادَ بِهِ قُبِرَ أَوْ لَمْ يُقْبَرْ وَلَوْ صُلِبَ أَوْ غَرِقَ فِي الْبَحْرِ أَوْ أَكَلَتْهُ الدَّوَابُّ أَوْ حُرِقَ حَتّٰى صَارَ رَمَادًا أَوْ ذُرِيَ فِي الرِّيحِ وَمَحَلُّهُ الرُّوحُ وَالْبَدَنُ جَمِيعًا بِاتِّفَاقِ أَهْلِ السُّنَّةِ وَكَذَا الْقَوْلُ فِي النَّعِيمِ۔ (شرح الصدور ص۷۱)

ترجمہ: علماء فرماتے ہیں کہ عذابِ قبر عذابِ برزخ ہی ہے اسے قبر کی طرف اس لیے مضاف کیا گیا ہے کہ غالب طور پر انسان قبر ہی میں دفن ہوتا ہے۔ ورنہ ہر وہ میت جس کو اللہ تعالیٰ عذاب دینے کا ارادہ فرماتا ہے اسے عذاب پہنچتا ہے، خواہ اسے قبر میسر ہو یا نہ، خواہ وہ سولی پر ہو یا سمندر میں غرق، اسے جانوروں نے کھا لیا ہو یا وہ جل کر راکھ ہو چکا ہو یا وہ ذرات کی شکل میں ہوا میں اڑتا ہو۔

اس عذاب کا محل رُوح اور بدن دونوں ہیں، اور اس پر تمام اہلِ سُنت کا اتفاق ہے۔ اور ایسے ہی ثواب کے متعلق قول ہے۔

نمبر ۹۔ امام تقی الدین سبکی فرماتے ہیں:

فَإِنَّ عَذَابَ الْقَبْرِ وَنَعِيمَهُ لِلْجَسَدِ وَالرُّوحِ جَمِيعًا وَإِذَا كَانَ نَعِيمُ غَيْرِ الشَّهِيدِ كَذٰلِكَ فَنَعِيمُ الشَّهِيدِ أَتَمُّ وَأَوْلٰى وَأَكْمَلُ (شفاء السقام ص۲۲۳ مطبوعہ مکتبہ نوریہ)

ترجمہ: قبر کا عذاب وثواب جسم اور رُوح دونوں کو ہے، اور جب غیر شہید کے ثواب کا یہ حال ہے تو شہید کا ثواب تو اس سے کہیں بڑھ کر اتم، اکمل ہے۔

نمبر۱۰ - ایک اور وہابی عالم احمد حسن دہلوی لکھتے ھیں:

وَمَذْهَبُ اَهْلِ السُّنَّةِ اِثْبَاتُ عَذَابِ الْقَبْرِ خِلَافًا لِلْخَوَارِجِ وَالْمُعْتَزِلَةِ وَبَعْضِ الْمُرْجِئَةِ فَاِنَّهُمْ نَفَوْا ذٰلِكَ وَاَحَادِيْثُ الْبَابِ تَرُدُّ عَلَيْهِمْ، ثُمَّ الْمُعَذَّبُ عِنْدَ اَهْلِ السُّنَّةِ الْجَسَدُ بِعَيْنِهٖ بَعْدَ اِعَادَةِ الرُّوْحِ اِلَيْهِ وَمَا قِيْلَ اِنَّ السُّؤَالَ فِى الْقَبْرِ يَقَعُ عَلَى الْبَدَنِ فَقَطْ وَقَالَ بَعْضُهُمْ يَقَعُ عَلَى الرُّوْحِ فَقَطْ فَيَرُدُّهُ عَلَيْهِمْ قَوْلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تُعَادُ رُوْحُهٗ فِىْ بَعْضِ الرِّوَايَاتِ ـ (تنقیح الرواۃ فی تخریج احادیث المشکوٰۃ ص۴۱)

ترجمہ: اھلِ سُنّت کا مذہب ہے کہ عذابِ قبر ثابت ہے۔ خوارج، معتزلہ و بعض مرجئہ مخالف ہیں وُہ اس کی نفی کرتے ہیں، لیکن احادیث باب مخالفین کا رد کر رھی ہیں، اہلِ سُنّت کے نزدیک عذاب رُوح کے واپس کیے جانے کے بعد جسم اصلی کو ہوتا ہے۔ بعض لوگوں نے کہا ہے کہ قبر میں سوال صرف بدن سے ہوتا ہے، اور بعض نے کہا ہے کہ صرف رُوح سے، لیکن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے" اس میت کی رُوح لوٹائی جاتی ہے" ان دونوں کا رد کر رہا ہے۔

نمبر۱۱ - امام نووی شرح صحیح مسلم میں باب "اثبات عذابِ القبر" میں تحریر فرماتے ہیں:

اِعْلَمْ اَنَّ مَذْهَبَ اَهْلِ السُّنَّةِ اِثْبَاتُ عَذَابِ الْقَبْرِ وَقَدْ تَظَاهَرَتْ عَلَيْهِ دَلَائِلُ الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى

النَّارُ يُعْرَضُونَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَعَشِيًّا الْآيَةَ وَتَظَاهَرَتْ بِهِ الْأَحَادِيثُ الصَّحِيحَةُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ رِوَايَةِ جَمَاعَةٍ مِنَ الصَّحَابَةِ فِي مَوَاطِنَ كَثِيرَةٍ وَلَا يَمْتَنِعُ فِي الْعَقْلِ أَنْ يُعِيدَ اللهُ تَعَالَى الْحَيٰوةَ فِي جُزْءٍ مِنَ الْجَسَدِ وَيُعَذِّبَهُ وَإِذَا لَمْ يَمْنَعْهُ الْعَقْلُ وَوَرَدَ الشَّرْعُ بِهِ وَجَبَ قَبُولُهُ وَاعْتِقَادُهُ، وَقَدْ ذَكَرَ مُسْلِمٌ هُنَا أَحَادِيثَ كَثِيرَةً فِي إِثْبَاتِ عَذَابِ الْقَبْرِ وَسِمَاعِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَوْتَ مَنْ يُعَذَّبُ فِيهَا وَسِمَاعِ الْمَوْتٰى قَرْعَ نِعَالِ دَافِنِيهِمْ وَكَلَامِهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَهْلِ الْقَلِيبِ وَقَوْلِهِ مَا أَنْتُمْ بِأَسْمَعَ مِنْهُمْ وَسُؤَالِ الْمَلَكَيْنِ الْمَيِّتَ وَإِقْعَادِهِمَا إِيَّاهُ وَجَوَابِهِ لَهُمَا وَالْفَسْحِ لَهُ فِي قَبْرِهِ وَعَرْضِ مَقْعَدِهِ عَلَيْهِ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ وَسَبَقَ مُعْظَمُ شَرْحِ هٰذَا فِي كِتَابِ الصَّلٰوةِ وَكِتَابِ الْجَنَائِزِ وَالْمَقْصُودُ أَنَّ مَذْهَبَ أَهْلِ السُّنَّةِ إِثْبَاتُ عَذَابِ الْقَبْرِ كَمَا ذَكَرْنَا خِلَافًا لِلْخَوَارِجِ وَمُعْظَمِ الْمُعْتَزِلَةِ وَبَعْضِ الْمُرْجِئَةِ فَإِنَّهُمْ نَفَوْا ذٰلِكَ، ثُمَّ الْمُعَذَّبُ عِنْدَ أَهْلِ السُّنَّةِ الْجَسَدُ بِعَيْنِهِ أَوْ بَعْضُهُ بَعْدَ إِعَادَةِ الرُّوحِ إِلَيْهِ أَوْ إِلَى جُزْءٍ مِنْهُ، وَخَالَفَ فِيهِ مُحَمَّدُ بْنُ جَرِيرٍ وَعَبْدُ اللهِ بْنُ كَرَّامٍ وَطَائِفَةٌ فَقَالُوا لَا يُشْتَرَطُ إِعَادَةُ الرُّوحِ قَالَ أَصْحَابُنَا هٰذَا فَاسِدٌ لِأَنَّ الْأَلَمَ وَالْإِحْسَاسَ إِنَّمَا يَكُونُ

فِي الْحَيِّ قَالَ أَصْحَابُنَا وَلَا يَمْنَعُ مِنْ ذٰلِكَ كَوْنُ الْمَيِّتِ قَدْ تَفَرَّقَتْ أَجْزَاؤُهُ كَمَا نُشَاهِدُ فِي الْعَادَةِ أَوْ أَكَلَتْهُ السِّبَاعُ أَوْ حِيتَانُ الْبَحْرِ أَوْ نَحْوُ ذٰلِكَ فَكَمَا أَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يُعِيدُهُ لِلْحَشْرِ وَهُوَ سُبْحَانَهُ وَتَعَالٰى قَادِرٌ عَلٰى ذٰلِكَ فَكَذَا يُعِيدُ الْحَيٰوةَ إِلٰى جُزْءٍ مِنْهُ أَوْ أَجْزَاءٍ وَإِنْ أَكَلَتْهُ السِّبَاعُ وَالْحِيتَانُ۔

فَإِنْ قِيلَ فَنَحْنُ نُشَاهِدُ الْمَيِّتَ عَلٰى حَالِهِ فِي قَبْرِهِ فَكَيْفَ يُسْأَلُ وَيُقْعَدُ وَيُضْرَبُ بِمَطَارِقَ مِنْ حَدِيدٍ وَلَا يَظْهَرُ لَهُ أَثَرٌ۔

فَالْجَوَابُ أَنَّ ذٰلِكَ غَيْرُ مُمْتَنِعٍ بَلْ لَهُ نَظِيرٌ فِي الْعَادَةِ وَهُوَ النَّائِمُ فَإِنَّهُ يَجِدُ لَذَّةً وَآلَامًا لَا نُحِسُّ نَحْنُ شَيْئًا مِنْهَا وَكَذَا يَجِدُ الْيَقْظَانُ لَذَّةً وَآلَامًا لِمَا يَسْمَعُهُ أَوْ يُفَكِّرُ فِيهِ وَلَا يُشَاهِدُ ذٰلِكَ جَلِيسُهُ مِنْهُ وَكَذَا كَانَ جِبْرِيلُ يَأْتِي النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيُخْبِرُهُ بِالْوَحْيِ الْكَرِيمِ وَلَا يُدْرِكُهُ الْحَاضِرُونَ وَكُلُّ هٰذَا ظَاهِرٌ جَلِيٌّ۔

قَالَ أَصْحَابُنَا وَأَمَّا إِقْعَادُهُ الْمَذْكُورُ فِي الْحَدِيثِ فَيَحْتَمِلُ أَنْ يَكُونَ مُخْتَصًّا بِالْمَقْبُورِ دُونَ الْمَنْبُوذِ وَمَنْ أَكَلَتْهُ السِّبَاعُ وَالْحِيتَانُ وَأَمَّا ضَرْبُهُ بِالْمَطَارِقِ فَلَا يَمْتَنِعُ أَنْ يُوَسَّعَ لَهُ فِي قَبْرِهِ فَيُقْعَدُ وَيُضْرَبُ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ۔ (نووی علی مسلم ص ۳۸۵ - ۳۸۶)

ترجمہ : جاننا چاہیے کہ اہلِ سُنّت کا مذہب یہ ہے کہ عذابِ قبر ثابت ہے۔ اور اس پر کتاب و سُنّت کے بے شمار دلائل موجود ہیں، ارشادِ ربانی ہے "صبح، شام ان پر آگ پیش کی جاتی ہے" الآیۃ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کی ایک جماعت کا نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے متعدد مقامات پر عذابِ قبر کو بیان کرنا صحیح احادیث سے ثابت ہے۔

اور عقلاً بھی یہ بات ممتنع نہیں کہ اللہ تعالیٰ جسم کے کسی حصہ میں زندگی لوٹا دے اور اسے عذاب کرے، جب یہ چیز عقلاً بھی ممنوع نہیں اور شرع نے اس کو بیان بھی فرمایا ہے تو اس کو قبول کرنا اور اس پر اعتقاد رکھنا واجب ہوگا۔

امام مُسلم نے یہاں متعدد احادیث مندرجہ ذیل اشیاء کے ثبوت میں نقل کی ہیں؛ ۱۔ عذابِ قبر، ۲۔ نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مقبور کے عذاب کی آواز کو سُننا، ۳۔ مُردوں کا اپنے دفن کرنے والوں کے جُوتوں کی آہٹ سُننا، ۴۔ نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا بدر کے کنوئیں میں پڑے ہوئے مُردہ کافروں سے کلام فرمانا۔ ۵۔ نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت عُمر رضی اللہ عنہ سے فرمانا کہ تم ان مُردہ کافروں سے زیادہ نہیں سُنتے ہو، ۶۔ دو فرشتوں کا میّت کو قبر میں بٹھانا، اس سے سوال کرنا، میّت کا جواب دینا، میّت کے لیے قبر کا کھلنا، صبح شام میّت پر اس کا ٹھکانا پیش ہونا، اس کی شاندار شرح کتاب الصّلوٰۃ اور کتاب الجنائز میں گزر چکی ہے۔

ساری بحث کا مقصود یہ ہے کہ اہلِ سُنّت کا مذہب یہ ہے کہ عذابِ قبر ثابت ہے، خوارج، بڑے بڑے معتزلہ اور چند مرجئہ نے اس سے اختلاف

کرتے ہوئے عذابِ قبر کی نفی کی ہے۔

پھر اہلِ سُنّت کے نزدیک جسم اصلی کو ہی عذاب ہوتا ہے، خواہ پُورے جسم کو ہو یا بعض حصّہ کو۔ رُوح کے اعادہ کے ساتھ اس مسئلہ میں محمد بن جریرؒ عبداللہ بن کرام اور ایک گروہ نے اختلاف کیا ہے، وُہ کہتے ہیں کہ رُوح کے اعادہ کی شرط نہیں ہے۔ ہمارے اصحاب کہتے ہیں کہ یہ بات غلط، فاسد ہے، اس لیے کہ درد اور احساس صرف زندہ کو ہوتا ہے۔

ہمارے اصحاب یہ بھی کہتے ہیں کہ میت کے اجزاء اگرچہ بکھر چکے ہوں جیسا کہ عام طور پر ہم مشاہدہ کرتے ہیں یا اس کو درندے یا سمندر کی مچھلیاں یا اسی طرح کی کوئی اور چیز کھا جائے، یہ تمام چیزیں جسم کے اعضاء کو عذاب ملنے سے نہیں روکتیں، جس طرح اللّٰہ تعالیٰ حشر میں رُوح لوٹانے پر قادر ہے، وہی اللّٰہ تعالیٰ پُورے جسم میں یا کسی جزو میں بھی حیات لوٹانے پر قادر ہے، خواہ اسے درندوں نے کھا لیا ہو یا سمندر کی مچھلیوں نے۔

سوال: ہم اکثر دیکھتے ہیں کہ میت قبر میں ویسی کی ویسی پڑی ہوئی ہے اس پر سوالات، بٹھائے جانے، لوہے کے ہتھوڑوں سے مارے جانے کا کوئی اثر نہیں آتا۔

جواب: یہ تمام چیزیں ممتنع نہیں ہیں کہ اگر ہمیں نظر نہیں آتیں تو واقع میں موجود نہیں ہیں بلکہ عادۃً اس کی ایک مثال موجود ہے کہ ایک شخص حالتِ نیند میں لذت، درد تکلیف اٹھا رہا ہے، لیکن ہمیں نہ تو اس کی لذت کا احساس ہوتا ہے نہ ہی تکلیف کا، اسی طرح جاگتا ہوا آدمی کسی بات کو سن کر یا

اس میں غور و فکر کر کے لذت یا درد تکلیف اٹھا رہا ہوتا ہے اور اس کے ساتھ ہی بیٹھنے والا اس لذت یا تکلیف کا مشاہدہ نہیں کر رہا ہوتا۔

اسی طرح جبریل علیہ السلام نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس وحی لے کر حاضر ہوتے تھے لیکن حاضرین کو اس کا ادراک نہ ہوتا تھا۔ یہ سب کچھ ظاہر و جلی ہے۔

ہمارے اصحاب نے کہا ہے کہ حدیث شریف میں میت کو بٹھانے کا جو ذکر ہے ہو سکتا ہے یہ صرف قبر والے کے ساتھ مخصوص ہو علاوہ اس کے جس کو راستہ میں پھینک دیا گیا ہو اور جس کو درندے یا مچھلیاں کھا گئی ہوں ح بہر حال میت کو ہتھوڑوں کے ساتھ مارنا تو اس کے لیے قبر کا فراخ ہونا اور اسے مارا جانا ممنوع نہیں ہے۔

ہم اس سے قبل ۹ آیاتِ مقدسہ سے ثابت کر چکے ہیں کہ قبر میں کافر کے جسم کو عذاب ہوتا ہے، اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ قبر میں کافر کے اندر بھی کم از کم اس قدر زندگی موجود ہوتی ہے جس سے وہ عذاب اور درد محسوس کرتا ہے۔ اور اس پر ہم نے گیارہ حوالے بھی پیش کیے ہیں۔ (اگرچہ اس موضوع پر بیشمار حوالہ جات محدثین کرام اور نجدیہ کے اپنے بزرگوں کے بھی پیش کیے جا سکتے ہیں)۔

اب ہم قرآن حکیم ہی سے نیک لوگوں کا قبر میں آرام و سکون سے رہنا پیش کر رہے ہیں، امید ہے کہ سلیم الطبع قاری کو اس مسئلہ پر ہدایت اور روشنی کے واضح مینار نظر آئیں گے۔

آیت نمبر ۱ - يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ

الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ ۚ (پارہ ۱۳ ابراہیم ۲۷)

ترجمہ: ثابت قدم رکھتا ہے اللہ تعالیٰ اہلِ ایمان کو اس پختہ قول (کی برکت) سے دُنیاوی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی۔

صحیح بخاری میں ہے:

عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا أُقْعِدَ الْمُؤْمِنُ فِي قَبْرِهِ أُتِيَ ثُمَّ شَهِدَ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ فَذٰلِكَ قَوْلُهُ يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ آمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ (صحیح بخاری شریف ص ۱۸۳)

ترجمہ: حضرت سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب مومن کو قبر میں اٹھا کر بٹھایا جاتا ہے اس کے پاس فرشتے آتے ہیں، پھر وہ گواہی دیتا ہے کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور بیشک محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں۔

یہی معنی ہے ارشادِ خداوندی يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ آمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ کا۔

اس آیت کریمہ میں فی الآخرۃ سے مراد قبر ہے۔

احسن التفاسیر ص ۲۹۳، معارف القرآن کاندھلوی ص ۱۳۹، ابن جریر ص ۱۳۲، روح المعانی ص ۲۱۴، تفسیر خازن ومعالم التنزیل ص ۴۲، کبیر ص ۱۲۲، مظہری ص ۲۶۸، قرطبی ص ۳۶۲۔

ایک دیوبندی عالم مفتی محمد شفیع صاحب لکھتے ہیں:

حدیث یہ ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب قبر میں مومن

سے سوال کیا جائے گا تو ایسے ہولناک مقام اور سخت حال میں بھی وہ بتائید ربانی اس کلمہ پر قائم رہے گا اور لآ الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی شہادت دے گا، اور پھر فرمایا کہ ارشاد قرآنی یُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ کا یہی مطلب ہے (یہ روایت حدیث حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے نقل فرمائی) اسی طرح تقریباً ۴۰ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے معتبر اسانید کے ساتھ اسی مضمون کی حدیثیں منقول ہیں جنکو امام ابن کثیر نے اس جگہ اپنی تفسیر میں جمع کیا ہے۔ اور شیخ جلال الدین سیوطی نے اپنے منظوم رسالہ "التثبیت عند التبییت" میں اور شرح الصدور میں ستر احادیث کا حوالہ نقل کر کے ان روایات کو متواتر فرمایا ہے۔ ان سب حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آیت مذکورہ میں آخرت سے مراد قبر اور اس آیت کو قبر کے عذاب و ثواب سے متعلق قرار دیا ہے۔

مشہور معاند مولوی غلام اللہ خاں بھی لکھتا ہے :

یہ بشارت دنیوی و اخروی ہے "الآخرۃ" سے عالمِ برزخ مراد ہے یعنی اللہ تعالیٰ اہلِ اخلاص مومنین کو دنیا میں اور قبر میں کلمہ توحید کی برکت سے ثابت قدم رکھتا ہے۔ (جواہر القرآن ص ۵۶۸)

قرآنِ حکیم، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادِ گرامی، صحابہ کرام اور مفسرین کے فرمان سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ قبر میں ایماندار ثابت قدم رہتا ہے، پھسلتا نہیں، ثابت قدم رہنا تب ہی متصور ہو سکتا ہے جب ایماندار کو زندہ مانا جائے جب قبر میں ایماندار زندہ ہے تو جن کے طفیل مومنوں کو ایمان ملتا ہے یعنی جناب محمد رسول اللہ ـــ

صلی اللہ علیہ وسلم وہ کس طرح زندہ نہ ہوں گے۔

ضروری نوٹ : مسئلہ حیاتُ النّبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مذاق ظہیر اور اس کے ہمنوا تو اڑاتے ہی ہیں آجکل دیوبندی کہلانے والوں کا ایک انتہائی متشدد گروپ بھی قبر میں حیات کے قائلین کو کافر و مشرک تک کہہ رہا ہے۔ ان لوگوں کا مزاج درست کرنے کے لیے دیوبندی حضرات کے حکیم الاُمّت اشرف علی صاحب تھانوی کے بیان کردہ دو واقعات پیشِ خدمت ہیں پڑھیے اور مذہب اہل سُنّت کی حقانیت کی داد دیجیے۔

نمبر ۱۔ سبع سنابل (کتاب) میں قاضی حمید الدین ناگوری سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ مَیں بعد دفن کرنے قطب الاقطاب کے ان کے مزار پر موجود تھا مَیں نے (بطور کشف کے) دیکھا کہ منکر نکیر آئے اور حضرت خواجہ کے سامنے بہت ادب کے ساتھ بیٹھ گئے، اسی اثناء میں اور دو فرشتے پہنچے اور حق تعالےٰ کا سلام حضرت خواجہ کو پہنچایا اور ایک کاغذ سبز روشنائی سے لکھا ہوا نکالا اور حضرت خواجہ کے ہاتھ میں دیا اس میں لکھا تھا کہ اے قطبُ الدین مَیں تم سے خوش ہوں اور مَیں نے تمہاری برکت سے حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمّت کے سب گناہگاروں کی قبروں سے عذاب اُٹھالیا اسلئے کہ جب زندوں نے تم سے بہت بڑا نفع اُٹھایا ہے، مُردے بھی تم سے نفع حاصل کریں اور تمہاری قدر کو جانیں، دو فرشتے اور پہنچے خواجہ کو حق تعالےٰ کا سلام پہنچایا اور منکر نکیر سے کہا کہ خُدا تعالیٰ نے فرمایا ہے ہمارے قطب سے

سوال مت کرو میں نے اپنے قلب سے خود سوال کر لیا ہے اور وہ سوال کا
جواب ہم کو دے چکے تم لوگ واپس آجاؤ۔

(معارف اشرفیہ جلد اوّل) (السنۃ الجلیہ فی الجشتیۃ العلیہ)

نمبر۲۔ ایک دھوبی کا انتقال ہوا، جب دفن کر چکے تو منکر نکیر آئے، آکر سوال کیا
مَنْ رَبُّكَ، مَادِیْنُكَ، مَنْ ھٰذَا الرَّجُلُ، وہ جواب میں کہتا ہے کہ مجھ
کو کچھ خبر نہیں، میں تو حضرت غوثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا دھوبی ہوں، اور
فی الحقیقت یہ جواب اپنے ایمان کا اجمالی بیان تھا کہ میں ان کا ہم عقیدہ ہوں
جو اُن کا خدا وہ میرا خدا، جو اُن کا دین وہ میرا دین، اسی پر اس دھوبی کی
نجات ہوگی۔ (الافاضات الیومیہ ص۹۰)

قرآن حکیم کی واضح نصوص سے آپ پر واضح ہو چکا ہے کہ قبر عدم محض کا نام نہیں بلکہ صاحبِ قبر اگر کافر و منافق ہے تو عذاب میں (اسی طرح بعض گناہگار مومن بھی) اور اگر صاحبِ قبر نیک مومن ہے تو امتحان کے وقت قبر میں ثابت قدم رہتا ہے، یہ عذاب اور ثابت قدم رہنا حیات اور شعور کے بغیر ناممکن ہے۔

راہِ حق میں اپنی جان کا نذرانہ پیش کرنا چونکہ نہایت اعلیٰ عمل ہے اس لیے عام مومن کی نسبت قبر میں شہید کی زندگی بھی ارفع و اعلیٰ ہے۔

ارشادِ ربانی ہے :

آیت نمبر ۱۔ وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ أَمْوَاتٌ بَلْ أَحْيَاءٌ وَلٰكِنْ لَا تَشْعُرُونَ ۝ (پارہ ۲ البقرہ ۱۵۴)

ترجمہ : اور لوگوں کو جو اللہ کی راہ میں قتل ہوتے ہیں مردے مت کہا کرو بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تم نہیں جانتے۔ (ترجمہ، مولوی ثناء اللہ امرتسری ص۳۴)

اس آیتِ کریمہ نے صاف صاف بتا دیا کہ اللہ کی راہ میں قتل ہونے والا زندہ ہے۔ جب شہید زندہ ہے تو انبیاء کرام بطریقِ اولیٰ زندہ ہیں۔

ایک وہابی عالم قاضی شوکانی لکھتے ہیں :

وَوَرَدَ النَّصُّ فِي كِتَابِ اللّٰهِ فِي حَقِّ الشُّهَدَاءِ أَنَّهُمْ أَحْيَاءٌ يُرْزَقُونَ وَأَنَّ الْحَيَاةَ فِيهِمْ مُتَعَلِّقَةٌ بِالْجَسَدِ فَكَيْفَ بِالْأَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِينَ۔ (نیل الاوطار ص۲۸۳ ج۳)

ترجمہ : اللہ کی کتاب میں شہداء کے حق میں نص وارد ہوئی ہے کہ وہ زندہ ہیں اور

انہیں رزق دیا جاتا ہے۔ اور بیشک یہ حیات جسم کے ساتھ متعلق ہے۔ جب شہدار کا جسم زندہ ہے تو انبیار اور مرسلین کے اجسادِ مطہرہ میں حیات کا کیا حال ہوگا۔

بعض وہابیہ کہہ دیتے ہیں کہ شہدار کی ارواح مُبارکہ زندہ ہیں نہ کہ ان کے جسم۔ ایسے لوگوں کو قاضی شوکانی کے الفاظ وَاَنَّ الْحَیَاۃَ فِیْھِمْ مُتَعَلِّقَۃٌ بِالْجَسَدِ پر غور کرنے کے ساتھ ساتھ مندرجہ ذیل حقائق پر بھی نظر رکھنی چاہیے۔

نمبر۱۔ اگر شہدار کی حیاتِ جسمانی کی بجائے صرف روحانی تسلیم کی جائے تو اس میں شہدار کی وہ کونسی خصوصیت ہوگی جس کی بنار پر خداوندِ قدوس نے ان کے متعلق "بَلْ اَحْیَآءٌ" کی سند جاری فرمائی ہے۔ کیونکہ رُوح تو کافر کی بھی زندہ ہوتی ہے۔

نمبر۲۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو زندہ قرار دیا ہے جو راہِ حق میں قتل کیے گئے۔ غور طلب بات یہ ہے کہ قتل شہدار کے اجسام ہوئے ہیں یا ان کی ارواح؟ چونکہ قتل شہدار کے اجسام ہوتے ہیں اس لیے ان کے جسموں ہی کو زندہ ماننا ہوگا۔

نمبر۳۔ اس کی ایک اور مثال قرآن حکیم ہی سے ملاحظہ ہو۔ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق ارشادِ ربانی ہے وَمَا قَتَلُوْہُ یَقِیْنًا ۙ بَلْ رَّفَعَہُ اللّٰہُ اِلَیْہِ اور یہودیوں نے ہرگز اس کو قتل نہیں کیا بلکہ اللہ نے اس کو اپنی طرف اٹھا لیا۔ (پارہ ۶ النسآء ۱۵۷ - ۱۵۸)۔ اللہ تعالیٰ نے جسمِ عیسیٰ علیہ السلام کو ہی اٹھایا۔ کیونکہ یہودی جسمِ عیسیٰ علیہ السلام کو قتل نہ کر سکے۔

ہاں ہاں ــــ اُمتتِ مرزائیہ کا یہ کہنا ہے کہ یہودی عیسیٰ علیہ السلام کے جسمِ اطہر کو قتل نہ کر سکے بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کی رُوح کو جسم سے الگ کر کے اپنی طرف اُٹھا لیا۔

اسی طرح بعض لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ قتل تو شہدار کے اجسام ہوتے ہیں لیکن ان کی صرف رُوحیں زندہ ہیں۔ یہ لوگ اپنے دعویٰ سے کہیں اُمتِ مرزائیہ کے موقف کو تو تقویت نہیں پہنچا رہے؟

آیت نمبر ۱۲۔ وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ۭ بَلْ اَحْيَاۗءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ۙ فَرِحِيْنَ بِمَآ اٰتٰىھُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۙ وَيَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِيْنَ لَمْ يَلْحَقُوْا بِهِمْ مِّنْ خَلْفِھِمْ ۙ اَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا ھُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝

(پارہ ۴ آلِ عمران ۱۶۹ - ۱۷۰)

ترجمہ: اور جو اللہ کی راہ میں مارے گئے ہرگز انہیں مُردہ خیال نہ کرنا بلکہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں، روزی پاتے ہیں، شاد ہیں اس پر جو اللہ نے انہیں اپنے فضل سے دیا اور خوشیاں منا رہے ہیں اپنے پچھلوں کی جو ابھی ان سے نہ ملے کہ ان پر نہ کچھ اندیشہ ہے نہ کچھ غم۔

اس آیتِ کریمہ سے مندرجہ ذیل مسائل معلوم ہوئے:

۱۔ شہدار کو مُردہ خیال بھی نہ کرو۔

۲۔ شہدار زندہ ہیں۔

۳۔ انتہائی مکرّم، مقبولِ بارگاہِ الٰہی ہیں۔

۴۔ ان کو رزق ملتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ان پر جو فضل و کرم فرمایا ہے اس پر خوش ہیں۔

جو لوگ ابھی تک عالمِ برزخ میں نہیں پہنچے ان کے نیک انجام پر بھی وہ

خوشیاں منا رہے ہیں۔

خیال فرمایئے،

جب شہداء کرام کا یہ مقام ہے تو انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے مرتبہ اور مقام کا کون اندازہ لگا سکتا ہے۔

ایک دیوبندی عالم محمد ادریس صاحب کاندھلوی لکھتے ہیں:

"جمہور علماء کا مسلک یہ ہے کہ شہداء کی حیات جسمانی ہے اس لیے کہ موت اور قتل کا تعلق جسم سے ہے اور یہی ظاہری آیت کا مفہوم ہے اس لیے کہ سیاق آیت شہداء کی خصوصیت بیان کرنے کے لیے اور حیات روحانی شہداء کے ساتھ مخصوص نہیں وہ تو عامۃ المسلمین بلکہ کفار کو بھی حاصل ہے۔" (تفسیر معارف القرآن ص ۲۳۹)

شہداء کی حیاتِ جسمانی کے منکر یہاں ایک عجیب بات کہہ دیتے ہیں کہ ہاں ہم بھی شہداء کو زندہ مانتے ہیں لیکن قبر میں نہیں بلکہ "اللہ کے ہاں"۔ ان لوگوں سے اگر کوئی یہ پوچھ لے کہ کیا "قبروں والے" اللہ کے علم اور قدرت سے باہر ہوتے ہیں؟ کیا اللہ تعالیٰ کی کوئی خاص جگہ ہے جہاں وہ بھی ہوتا ہے اور شہداء بھی؟ تو خاموش ہو کر رہ جاتے ہیں، دراصل ان لوگوں کو یہاں "عند" کا معنی سمجھنے میں غلطی لگی ہے۔

قرطبی میں ہے:

(عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ) فِيْهِ حَذْفُ مُضَافٍ تَقْدِيْرُهُ عِنْدَ كَرَامَةِ رَبِّهِمْ وَعِنْدَ هُنَا تَقْتَضِيْ غَايَةَ الْقُرْبِ فَهِيَ كَ (لَدَى) وَلِذٰلِكَ لَمْ تُصَغَّرْ عُنَيْدٌ قَالَهُ سِيْبَوَيْهِ فَهٰذِهِ عِنْدِيَّةُ الْكَرَامَةِ لَا عِنْدِيَّةُ الْمَسَافَةِ وَالْقُرْبِ۔ (تفسیر قرطبی ص ۲۶۸)

ترجمہ : عِنْدَ رَبِّهِمْ میں مضاف محذوف ہے۔ اصل میں یوں تھا عِنْدَ کَرَامَةِ رَبِّهِمْ اور یہاں عند غایت قرب کا تقاضا کرتا ہے (کہ وہ اللہ کے انتہائی مقرب ہیں) اور یہ عند "لدی" کی طرح ہے، اسی لیے اس کی تصغیر "عنید" نہیں آتی۔ یہ سیبویہ نے کہا ہے۔ معلوم ہوا یہاں "عند" کرامت کے معنی میں ہے "مسافت" کے معنی میں نہیں۔

روح المعانی میں ہے :

(عِنْدَ) هُنَا لَيْسَتْ لِلْقُرْبِ الْمَكَانِيِّ لِاسْتِحَالَتِهِ وَلَا بِمَعْنَى فِي عِلْمِهِ وَحُكْمِهِ كَمَا تَقُوْلُ هٰذَا عِنْدَ أَبِي حَنِيْفَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ كَذَا لِعَدَمِ مُنَاسَبَةِ الْمَكَانِ بَلْ بِمَعْنَى الْقُرْبِ وَالشَّرَفِ أَيْ ذَوُوْا زُلْفٰى وَرُتْبَةٍ سَامِيَةٍ، وَزَعَمَ بَعْضُهُمْ أَنَّ مَعْنٰى فِي عِلْمِ اللّٰهِ تَعَالٰى مُنَاسِبٌ لِلْمَقَامِ لِدَلَالَتِهِ عَلَى التَّحَقُّقِ أَيْ أَنَّ حَيَاتَهُمْ مُحَقَّقَةٌ لَا شُبْهَةَ فِيْهَا وَلَا يَخْفٰى أَنَّ الْمَقَامَ مَقَامُ مَدْحٍ فَتَفْسِيْرُ الْعِنْدِيَّةِ بِالْقُرْبِ أَنْسَبُ بِهٖ

(روح المعانی ص ۱۳۲)

ترجمہ : "عند" یہاں قرب مکانی کے لیے نہیں ہے۔ کیونکہ یہ معنی مراد لینا محال ہے، نہ ہی "عند" یہاں علم اور حکم کے معنی میں ہے، جیسا کہ تم کہتے ہو هٰذا عند ابی حنیفہ رضی اللہ عنہ کذا (امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک یہ مسئلہ یوں ہے) اس لیے کہ یہ معنی موقع کے مناسب نہیں ہے بلکہ "عند" یہاں تقرب اور بزرگی کے معنی میں ہے۔ یعنی شہدا

بلند مرتبہ والے ہیں۔

بعض حضرات کا خیال ہے کہ اس کا معنی "اللہ تعالیٰ کے علم میں" زیادہ مناسب ہے کیوں کہ یہ معنی تحقق پر دلالت کرتا ہے یعنی بے شک شہدار کی حیات محقق ہے اس میں کوئی شبہ نہیں۔

لیکن مخفی نہ رہے کہ یہ مقام "مقام مدح" ہے اس لیے عند کی تفسیر قبولیت کے ساتھ کرنی زیادہ مناسب ہے۔

دیوبندی شیخ الہند محمود الحسن صاحب لکھتے ہیں:

"اُن کو حق تعالیٰ کا ممتاز قرب حاصل ہوتا ہے۔" (حاشیہ عثمانی ص۹۳)

دیوبندی حکیم الامت تھانوی صاحب لکھتے ہیں:

"اور اپنے پروردگار کے مقرب (یعنی) مقبول ہیں۔" (بیان القرآن ص۲۴)

دیوبندی علمار کی آرار بھی آپ نے ملاحظہ فرمائیں اور علامہ آلوسی، حافظ قرطبی کی تصریحات بھی اب ہم قرآن حکیم سے بھی اپنے موقف کو ثابت کرتے ہیں کہ "عند" مقرب و مقبول اور پسندیدہ کے معنی میں بھی مستعمل ہے۔

ارشادِ ربانی ہے:

إِنَّ الدِّينَ عِندَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ (پارہ ۳ آل عمران ۱۹)

اسی آیت کے تحت تھانوی صاحب لکھتے ہیں:

"بلاشبہ دین (حق اور مقبول) اللہ تعالیٰ کے نزدیک صرف اسلام ہی ہے۔"

(بیان القرآن ص۱۸۱)

رُوح المعانی میں ہے:

إِنَّ الدِّيْنَ الْمَرْضِيَّ عِنْدَ اللّٰهِ الْإِسْلَامُ ۔ (روح المعانی ص۱۰۶)

ترجمہ : بے شک اللہ کے ہاں پسندیدہ دین اسلام ہے۔

معلوم ہوا اس آیت میں بھی "عند" مقبول کے معنی میں ہے۔ اس کی تائید وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ ۚ۔ (پارہ ۳ آل عمران ۸۵) سے بھی ہوتی ہے۔

آیت نمبر۱۳ ۔ پہلے زمانہ میں ایک نیک آدمی جن کا اسم گرامی حبیب نجار بیان کیا گیا ہے جب شہید ہوئے تو ان کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد ہوتا ہے :

قِيْلَ ادْخُلِ الْجَنَّةَ ، قَالَ يٰلَيْتَ قَوْمِيْ يَعْلَمُوْنَ ۝ بِمَا غَفَرَ لِيْ رَبِّيْ وَجَعَلَنِيْ مِنَ الْمُكْرَمِيْنَ ۝

(پارہ ۲۳ یٰس ۲۶ - ۲۷)

ترجمہ : اس کو کہا گیا تو جنت میں داخل ہو جا۔ اس نے کہا اے کاش میری قوم کو معلوم ہو جو خدا نے مجھ پر بخشش کی اور اپنے مقرب بندوں میں کیا۔

(ترجمہ مولوی ثناء اللہ امرتسری ص۵۲۹)

معلوم ہوا کہ جناب حبیب نجار کو شہید ہوتے ہی جنت کی راحتیں مل گئیں اور وہاں اپنے آپ پر انعام و اکرام ملاحظہ فرما کر تمنا کا بھی اظہار فرمایا جب "حبیب نجار" اپنی قبر میں زندہ ہیں تو ماننا پڑے گا کہ اللہ کے حبیب جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی زندہ ہیں۔

تفسیر مظہری میں ہے :

(قِيْلَ) يَعْنِيْ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى لِحَبِيْبِ النَّجَّارِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ لَمَّا اسْتُشْهِدَ ادْخُلْ

وَاِذْنًا فِیْ دُخُوْلِ الْجَنَّۃِ کَسَائِرِ الشُّھَدَاءِ (اُدْخُلِ الْجَنَّۃَ) قِیْلَ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی ذٰلِکَ لَہٗ قَبْلَ مَوْتِہٖ یَعْنِیْ اُدْخُلْ قَبْرَکَ الَّذِیْ ھُوَ رَوْضَۃٌ مِّنْ رِّیَاضِ الْجَنَّۃِ ۔ (تفسیر مظہری ص)

ترجمہ: حبیب النجار رضی اللہ عنہ جب شہید کر دیے گئے تو اللہ تعالیٰ نے تمام شہداء کی طرح ان کا اکرام کرتے ہوئے اور جنت میں داخلہ کی اجازت دیتے ہوئے فرمایا (اُدْخُلِ الْجَنَّۃَ) جنت میں داخل ہو جا۔

بعض نے یہ بھی کہا کہ یہ حکم ان کو اللہ تعالیٰ نے ان کی موت سے پہلے دیا تھا کہ اپنی قبر میں داخل ہو جاؤ جو کہ جنت کے باغات میں سے ایک باغ ہے۔

اِنَّ عَبْدَ اللّٰہِ بْنَ مَسْعُوْدٍ کَانَ یَقُوْلُ قَالَ اللّٰہُ لَہٗ (اُدْخُلِ الْجَنَّۃَ) فَدَخَلَھَا حَیًّا یُرْزَقُ فِیْھَا۔ (تفسیر ابن جریر ص ۲۲)

ترجمہ: حضرت سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے فرمایا (اُدْخُلِ الْجَنَّۃَ) جنت میں داخل ہو جا۔ پس حبیب نجار جنت میں اس حال میں داخل ہوئے کہ وہ زندہ ہیں اور انہیں رزق بھی دیا جاتا ہے۔

معالم التنزیل میں ہے:

فَاَدْخَلَہُ الْجَنَّۃَ وَھُوَ حَیٌّ فِیْھَا یُرْزَقُ (معالم التنزیل ص)

مودودی صاحب لکھتے ہیں

قتادہ کہتے ہیں کہ "اللہ نے اسی وقت اسے جنت میں داخل کر دیا اور وہ وہاں زندہ ہے، رزق پا رہا ہے"۔ (تفہیم القرآن ص ۲۵۴)

یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ شہداء اور نیک لوگوں کی قبروں کو ہی اپنی قدرتِ کاملہ سے جنت کا باغ بنادیتا ہے۔ حضرت سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اَلْقَبْرُ حُفْرَةٌ مِنْ حُفَرِ جَهَنَّمَ اَوْ رَوْضَةٌ مِنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ۔ (شرح الصدور ص۱۱۹)

ترجمہ: قبر جہنم کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا بن جاتی ہے یا جنت کے باغات میں سے ایک باغ۔

رہی وہ جنت جس میں میدانِ حشر کے بعد داخلہ ہوگا، تو اس میں نبی اکرم شفیع معظم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے پہلے کسی کا داخلہ نہ ہوگا۔ حبیبِ مکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں اَنَا اَوَّلُ مَنْ يَقْرَعُ بَابَ الْجَنَّةِ۔ (رواہ مسلم، مشکوٰۃ شریف ص۵۱۱)
سب سے پہلے میں ہی جنت کے دروازے کو کھٹکھٹاؤں گا۔ نیز ارشاد فرماتے ہیں آتِي بَابَ الْجَنَّةِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَاسْتَفْتِحُ فَيَقُوْلُ الْخَازِنُ مَنْ اَنْتَ فَاَقُوْلُ مُحَمَّدٌ فَيَقُوْلُ بِكَ اُمِرْتُ اَنْ لَا اَفْتَحَ لِاَحَدٍ قَبْلَكَ (رواہ مسلم، مشکوٰۃ ص۵۱۱) میں قیامت کے دن جنت کے دروازے پر آن کر دروازہ کھٹکھٹاؤں گا۔ پس خازن داروغہ جنت کہے گا آپ کون ہیں؟ میں کہوں گا محمد صلی اللہ علیہ وسلم، خازن کہے گا مجھے آپ ہی کی عظمت کی خاطر یہ حکم دیا گیا ہے کہ آپ سے پہلے کسی کے لیے دروازہ نہ کھولوں۔

مندرجہ بالا ارشادات سے معلوم ہوا کہ جس جنت میں شہید کا جسم مزے لوٹتا ہے وہ قبر والی ہے۔ اوپر والی جنت میں شہداء اور دیگر مومنین کا داخلہ حشر کے بعد ہوگا۔

بعض احادیث میں ہے کہ نیکوں کی روح علیین میں، بدوں کی سجین میں اور شہداء کی ارواح سبز رنگ کے پرندوں کے اجواف میں جلوہ گر ہو کر جنت کی سیر کرتی رہتی ہیں۔ ان سے معلوم ہوتا ہے کہ ارواح کا معاملہ اجسام سے بہت مختلف ہوتا ہے۔ روح کا مستقر جہاں بھی ہو اس کا تعلق جسم کے ساتھ رہتا ہے، جس کی وجہ سے جسم جزاء، سزا کا احساس کرتا رہتا ہے۔

علامہ ابن قیم لکھتے ہیں:

وَاِنَّ لَهَا شَاْنًا غَيْرَ شَاْنِ الْبَدَنِ مَعَ كَوْنِهَا فِى الْجَنَّةِ فَهِىَ فِى السَّمَاءِ وَتَتَّصِلُ بِفِنَاءِ الْقَبْرِ وَبِالْبَدَنِ فِيْهِ۔ (کتاب الروح ص)

ترجمہ: روح کا معاملہ بدن کے معاملہ سے یکسر الگ ہے، روح جنت میں بھی ہوتی ہے جو کہ آسمان میں ہے اور فناءِ قبر اور قبر میں موجود بدن سے بھی متصل ہوتی ہے۔

علامہ شبیر احمد عثمانی لکھتے ہیں:

جہاں جنتیوں کے نام درج ہیں اور انکے اعمال کی مسلیں مرتب کر کے رکھی جاتی ہیں اور ان کی ارواح کو اول وہاں لے جا کر پھر اپنے ٹھکانے پر پہنچایا جاتا ہے، اور قبر سے بھی ان ارواح کا ایک گونہ تعلق قائم رکھا جاتا ہے۔ کہتے ہیں کہ یہ مقام ساتویں آسمان کے اوپر ہے اور مقربین کی ارواح اسی جگہ مقیم رہتی ہیں۔ (تفسیر عثمانی ص۷۶۶)

شاہ عبدالقادر صاحب لکھتے ہیں:

اللہ کے مقربوں کی روح وہاں (علیین) پہنچتی ہے اور رہتی ہے اور عام

مسلمانوں کی وہاں پہنچ کر پھر ان کی اسم نویسی ہو کر اپنے درجے کے موافق والے آسمان میں، یا زمین و آسمان کے بیچ، یا چاہِ زمزم میں رہتی ہے، اور ایک طرح کا علاقہ قبر سے بھی اس کو رہتا ہے۔ یہ فائدہ فتح العزیز سے لکھا۔

(موضح قرآن علی ہامش جواہر القرآن ص۵۴۳)

بعض حضرات ایک دعویٰ یہ بھی کر دیتے ہیں کہ "قبر میں زندگی" تسلیم کرنا قرآن حکیم کی تصریحات کے خلاف ہے کیونکہ قرآن حکیم "موت کے بعد دوبارہ زندگی" کی تردید کرتا ہے حالانکہ قرآن حکیم اسی دُنیا میں دو موتوں اور دو زندگیوں کے متعدد واقعات بیان فرماتا ہے۔ ملاحظہ ہو:

نمبر۱۔ بنی اسرائیل کے ایک مقتول کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

فَقُلْنَا اضْرِبُوْهُ بِبَعْضِهَا ۚ كَذٰلِكَ يُحْيِ اللّٰهُ الْمَوْتٰى ۙ وَيُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝ (پارہ ۱ البقرہ ۷۳)

ترجمہ: پس ہم نے حکم دیا کہ اس گائے میں سے ایک ٹکڑا لگاؤ۔ خدا اسی طرح مُردوں کو زندہ کرے گا۔ اور تم کو اپنی نشانیاں دکھاتا ہے تاکہ تم سمجھ جاؤ۔

(ترجمہ مولوی ثناء اللہ امرتسری ص۱۳)

تفسیر کے شیخ الاسلام اسی آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"پس ہم نے حکم دیا کہ اس گائے مذبوحہ میں سے ایک ٹکڑا اس مُردے سے لگاؤ، انہوں نے اسی طرح حسب الحکم لگایا وہ مُردہ زندہ ہو گیا۔ (تفسیر ثنائی ص۲)

نمبر۲۔ وَاِذْ قُلْتُمْ يٰمُوْسٰى لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى نَرَى اللّٰهَ جَهْرَةً فَاَخَذَتْكُمُ الصّٰعِقَةُ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ۝ ثُمَّ

بَعَثْنٰكُمْ مِّنْ بَعْدِ مَوْتِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝

(پارہ ۱۔ البقرہ ۵۵-۵۶)

ترجمہ: اور جب تم نے کہا تھا کہ اے موسیٰ ہم تجھے ہرگز نہیں مانیں گے جب
تک کہ خدا کو سامنے نہ دیکھ لیں، پس بجلی نے تمہارے دیکھتے ہی تم کو
پکڑ لیا۔ پھر ہم نے بعد تمہاری موت کے تم کو زندہ کیا تاکہ تم شکر کرو۔

نمبر۳ - اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِیْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ وَهُمْ اُلُوْفٌ
حَذَرَ الْمَوْتِ فَقَالَ لَهُمُ اللّٰهُ مُوْتُوْا ثُمَّ اَحْیَاهُمْ اِنَّ اللّٰهَ
لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَشْكُرُوْنَ ۝

(پارہ ۲۔ البقرہ ۲۴۳)

ترجمہ: کیا تمہیں ان لوگوں کا قصہ معلوم نہیں جو اپنے گھروں سے ہزاروں جمع
ہو کر موت سے ڈرتے ہوئے نکلے تھے، پھر اللہ نے ان کو حکم دیا کہ مر جاؤ،
پھر اس نے ان کو زندہ کیا، بے شک اللہ لوگوں پر بڑا ہی مہربان ہے۔
لیکن بہت سے لوگ شکر نہیں کرتے۔ (تفسیر ثنائی، ترجمہ مولوی ثناء اللہ امرتسری)

نمبر۴ - وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اَرِنِیْ كَیْفَ تُحْیِ الْمَوْتٰى
قَالَ اَوَلَمْ تُؤْمِنْ قَالَ بَلٰى وَلٰكِنْ لِّیَطْمَئِنَّ قَلْبِیْ
قَالَ فَخُذْ اَرْبَعَةً مِّنَ الطَّیْرِ فَصُرْهُنَّ اِلَیْكَ ثُمَّ اجْعَلْ
عَلٰى كُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا ثُمَّ ادْعُهُنَّ یَاْتِیْنَكَ سَعْیًا
وَاعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ ۝

(پارہ ۳۔ البقرہ ۲۶۰)

ترجمہ اور جب ابراہیم نے کہا اے میرے مولا مجھ کو دکھا کہ تو مُردوں کو کس طرح زندہ کرے گا کہا کہ تجھے یقین نہیں؟ ابراہیم نے کہا ہاں لیکن اطمینانِ قلبی کے لیے پُوچھتا ہوں، (خُدا نے) کہا چار جانور اپنے پاس رکھ لے پھر ان کا ایک ایک ٹکڑا ہر ایک پہاڑ پر رکھ دے پھر ان کو بُلا تو تیرے پاس بھاگتے ہوتے آویں گے اور جان رکھ کہ خدا بڑا زبردست حکمت والا ہے۔ (ترجمہ، مولوی ثناءاللہ امرتسری)

نمبر۵۔ اَوْ کَالَّذِیْ مَرَّ عَلٰی قَرْیَۃٍ وَّھِیَ خَاوِیَۃٌ عَلٰی عُرُوْشِھَا، قَالَ اَنّٰی یُحْیٖ ھٰذِہِ اللّٰہُ بَعْدَ مَوْتِھَا، فَاَمَاتَہُ اللّٰہُ مِائَۃَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَہٗ، قَالَ کَمْ لَبِثْتَ، قَالَ لَبِثْتُ یَوْمًا اَوْ بَعْضَ یَوْمٍ، قَالَ بَلْ لَّبِثْتَ مِائَۃَ عَامٍ فَانْظُرْ اِلٰی طَعَامِکَ وَشَرَابِکَ لَمْ یَتَسَنَّہْ، وَانْظُرْ اِلٰی حِمَارِکَ وَلِنَجْعَلَکَ اٰیَۃً لِّلنَّاسِ وَانْظُرْ اِلَی الْعِظَامِ کَیْفَ نُنْشِزُھَا ثُمَّ نَکْسُوْھَا لَحْمًا، فَلَمَّا تَبَیَّنَ لَہٗ، قَالَ اَعْلَمُ اَنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ○

(پارہ ۳ - البقرہ ۲۵۹)

ترجمہ: اور کیا تو اس شخص کو نہیں جانتا جو ایک گری ہوئی بستی پر سے گزرا، بولا کہ اس بستی کو بعد مرنے کے خُدا کیونکر زندہ کرے گا؟ پس خُدا نے سو برس تک اس کو مار رکھا، پھر اس کو زندہ کر کے پُوچھا کہ کتنی مدت تو ٹھہرا ہے؟ وہ بولا کہ ایک دن یا کچھ حصہ دن کا ٹھہرا

ہوں (خدا نے) کہا بلکہ تُو سو برس تک ٹھہرا ہے پس تو اپنے کھانے اور پانی کو دیکھ کہ نہیں بگڑا اور اپنی سواری کی طرف دیکھ اور ہم تجھ کو لوگوں کے لیے نشانی بنا دیں گے اور ہڈیوں کو دیکھ کہ کس طرح ان کو اُبھار کر گوشت چڑھائیں گے۔ پس جب اسے معلوم ہو گیا تو بولا کہ میں خوب جانتا ہوں کہ خدا سب کام کر سکتا ہے۔ (ترجمہ، مولوی ثناء اللہ امرتسری ص۵۲)

نمبر۶۔ حضرت عیسٰے علیہ السلام نے اعلان فرمایا تھا۔

وَاُحْیِ الْمَوْتٰی بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ (پارہ ۳۔آل عمران ۴۹)

اور مُردوں کو اللہ کے حکم سے زندہ کرتا ہوں۔

(ترجمہ مولوی ثناء اللہ امرتسری ص۶۹)

مندرجہ بالا دلائل قاہرہ سے آپ پر بخوبی واضح ہو گیا ہوگا کہ ایک مرتبہ رُوح نکل جانے کے بعد دوبارہ زندگی کا نظریہ قرآن و سُنّت کے عین مطابق ہے۔ مرنے کے بعد قبر میں اجسام محض بے جان نہیں ہوتے۔

آجکل علماء دیوبند کا نام لینے والوں کا ایک نہایت ہی متشدد گروپ کھلے عام اعلان کرتا پھر رہا ہے کہ قبروں میں خواہ انبیاء کرام علیہم السلام کے اجسادِ مطہرہ ہی کیوں نہ ہوں محض بے جان ہیں ایسے لوگوں کی خدمت میں علماء دیوبند ہی کے بیان کردہ دو واقعات پیشِ خدمت ہیں، ہو سکتا ہے کہ کوئی سلیم الطبع راہِ حق قبول کر جائے۔

مولوی عاشق الٰہی میرٹھی گنگوہی صاحب کے تذکرہ میں لکھتے ہیں:

۱۔ ایک بار منشی ابراہیم خاں صاحب نے دریافت کیا کہ حضرت قرآن شریف کو بے وضو پڑھتے تو جی جھجکتا ہے اور وضو سے ہر وقت رہا نہیں جاتا۔ حضرت (گنگوہی) نے ارشاد فرمایا کہ ورق گردانی بجائے ہاتھ کے چاقو یا کسی اور چیز سے کر لیا کرو۔ اور بڑا قرآن مجید رکھو، چھوٹا قرآن رکھنا تو مکروہ بھی ہے۔ اس کے بعد فرمایا کہ ہینڈن ایک ندی ہے قریب مدرسہ شاہ عبدالرحیم دہلوی کے ایک دفعہ اس ندی کی ایک ڈھانگ گری اس میں سے ایک لاش جوں کی توں نکلی جس کا کفن میلا تھا اور وہ وہاں سے بہہ کر عین دھار میں ٹھہر گئی کچھ دیر بعد دوسری ڈھانگ گری اور اس میں سے بھی ایک لاش نکلی جس کا کفن بالکل صاف تھا کہیں داغ دھبّہ نہ تھا وہ پہلی لاش سے مل کر دھاری دھار چلدی جیسے کوئی کسی کا منتظر ہو اور دونوں مل کر روانہ ہو جائیں لوگوں نے ان لاشوں کی تحقیقات کرنی شروع کر دی، جستجو کے بعد ایک بڑھیا نے بتایا کہ یہ دونوں حافظِ قرآن تھے۔ اس کے بعد حضرت امام ربانی نے ارشاد فرمایا اب ایسا قیاس جاتا ہے کہ جس کا کفن صاف تھا وہ باوضو تلاوت کرتا ہوگا اور دُوسرا بے وضو۔ (تذکرۃ الرشید ص ۲۳۹)

۲۔ اشرف السوانح میں مولوی اشرف علی صاحب تھانوی کے پردادا کا واقعہ یوں مذکور ہے "پردادا صاحب تو کیرانہ اور شاملی کے درمیان جہاں پختہ سڑک ہے شہید ہوئے اور وہیں پر پیر ممارالدین صاحب کے مزار کے پاس دفن کیے گئے۔ اور شروع میں بہت عرصہ تک ان کا عرس بھی ہوتا رہا، کسی بارات میں تشریف لے جا رہے تھے کہ ڈاکوؤں نے آکر بارات پر حملہ کیا ان کے پاس کمان

تھی اور تیر تھے۔

انھوں نے ان ڈاکوؤں پر دلیرانہ تیر برسانا شروع کیے۔ چونکہ ڈاکوؤں کی تعداد کثیر تھی اور ادھر سے بے سروسامانی تھی، یہ مقابلہ میں شہید ہوگئے اور اس حدیث کے مصداق ہوگئے:

مَنْ قُتِلَ دُوْنَ مَالِهٖ فَهُوَ شَهِيْدٌ وَمَنْ قُتِلَ دُوْنَ دَمِهٖ فَهُوَ شَهِيْدٌ وَمَنْ قُتِلَ دُوْنَ اَهْلِهٖ فَهُوَ شَهِيْدٌ وَمَنْ قُتِلَ دُوْنَ مَظْلِمَةٍ فَهُوَ شَهِيْدٌ (كلها في جمع الفوائد)

شہادت کے بعد ایک عجیب واقعہ ہوا، شب کے وقت اپنے گھر مثل زندہ کے تشریف لاتے اور اپنے گھر والوں کو مٹھائی لاکر دی اور فرمایا کہ اگر تم کسی سے ظاہر نہ کروگی تو اسی طرح روز آیا کریں گے۔ لیکن ان کے گھر کے لوگوں کو یہ اندیشہ ہوا کہ گھر والے جب بچوں کو مٹھائی کھاتے دیکھیں گے تو معلوم نہیں کیا شبہ کریں، اس لیے ظاہر کر دیا اور پھر آپ تشریف نہیں لائے۔ یہ واقعہ خاندان میں مشہور ہے۔

(اشرف السوانح ص۱۲ - مطبوعہ ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان)

سماعِ موتیٰ

ظہیر نے مسئلہ " سماعِ موتیٰ " کا بھی مذاق اڑایا ہے۔ حالانکہ یہ مسئلہ قرآن و سُنّت کی متعدد نصوص سے ثابت ہے۔ لُطف کی بات یہ ہے کہ اس مسئلہ کی تائید میں " غیر مقلد علماء " کی شہادت بھی موجود ہے۔

علامہ وحید الزماں لکھتے ہیں :

" مجھے ان لوگوں پر تعجب آتا ہے جو باوصف ادعاء اہلِ حدیث ہونے کے سماعِ موتیٰ کی ہر حدیث کی تاویل کرتے ہیں کہ فرشتے منکر نکیر جو نکہ آنے والے ہوتے ہیں لہٰذا رُوح اس کے بدن میں ڈال دی جاتی ہے تو وہ اپنے لوگوں کے جُوتوں کی آواز سُنتا ہے۔ ارے یارو ! دُوسری حدیث کو کیا کروگے کہ جب جنازہ اٹھاتے ہیں تو اگر نیک مُردہ ہوتا ہے تو کہتا ہے مجھے آگے لے چلو، جو ابھی اُوپر گزُر چکی اور جب مُردے کا بات کرنا حدیث سے ثابت ہوا تو سماع کے انکار کی کیا وجہ ہے۔ اگر یہ لوگ امام سیوطی رحمہ اللہ کی کتاب شرح الصدور فی احوال الموتیٰ والقبور " دیکھیں تو ان کو معلوم ہو جائے گا کہ سماعِ موتیٰ کا انکار کرنا بہت سی حدیثوں کی تکذیب کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ تعصب سے بچائے "

(تیسیر الباری شرح صحیح بخاری ص ۲۲۵ ، مطبوعہ تاج کمپنی)

یہی علامہ وحید الزماں لکھتے ہیں :

" اس حدیث سے بھی سماعِ موتیٰ ثابت ہوتا ہے جو اہلِ حدیث کا مذہب ہے۔"

(تیسیر الباری شرح صحیح بخاری ص ۲۹۵)

نواب صدیق حسن بھوپالی لکھتے ہیں :

وَفِی الْحَدِیْثِ دَلَالَۃٌ عَلٰی سَمَاعِ الْمَوْتٰی ، وَکَمْ مِنْ حَدِیْثٍ یَدُلُّ عَلَیْہِ ، وَالْبَحْثُ طَوِیْلٌ ۔ (عون الباری ص۲۳)

ترجمہ : اس حدیث میں اس بات کی دلیل موجود ہے کہ مردے سنتے ہیں۔ اس پر بہت سی احادیث دلالت کرتی ہیں۔ بحث طویل ہے۔

قاضی شوکانی لکھتے ہیں :

وَالسَّمَاعُ ثَابِتٌ لِسَائِرِ الْمَوْتٰی ۔ (نیل الاوطار ص۲۸۲)

ترجمہ : تمام مُردوں کے لیے سُننا ثابت ہے۔

غور فرمائیے قاضی شوکانی ، نواب صاحب اور علامہ وحید الزماں تینوں وہابی حضرات کے اکابر شمار ہوتے ہیں۔ اور وُہ ڈنکے کی چوٹ پر مُردے کے لیے سماع ثابت کر رہے ہیں اور یہ بات بالکل واضح ہے کہ سُننا وہی ہے جس میں کچھ نہ کچھ حیات موجود ہو۔ جب ہر مُردہ کے لیے حیات ثابت ہے تو سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لیے "حیات" کیسے ثابت نہ ہوگی۔ اب ہم اس مسئلہ پر چند دلائل پیش کر رہے ہیں تاکہ حق مزید واضح ہو جائے۔ حضرت صالح علیہ السلام کا اپنی قوم کی ہلاکت کے بعد خطاب :

نمبر۱- فَعَقَرُوا النَّاقَةَ وَعَتَوْا عَنْ اَمْرِ رَبِّهِمْ وَقَالُوْا يٰصٰلِحُ ائْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ۝ فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ۝ فَتَوَلّٰى عَنْهُمْ وَقَالَ يٰقَوْمِ لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ رِسَالَةَ رَبِّيْ وَنَصَحْتُ لَكُمْ وَلٰكِنْ لَّا تُحِبُّوْنَ النّٰصِحِيْنَ ۝ (پارہ ۸ الاعراف ۷۷، ۷۸، ۷۹)۔

ترجمہ: پھر اُنھوں نے کاٹ ڈالا اُونٹنی کو اور پھر گئے اپنے رب کے حکم سے اور بولے لے صالح لے آ ہم پر جس سے تُو ہم کو ڈراتا تھا، اگر تُو رسُول ہے۔ پس آپکڑا ان کو زلزلے نے۔ پھر صبح کو رہ گئے اپنے گھر میں اوندھے پڑے۔ پھر صالح اُلٹا پھرا ان سے اور بولا لے میری قوم میں پہنچا چکا تم کو پیغام اپنے رب کا۔ اور خیر خواہی کی تمہاری لیکن تم کو محبت نہیں خیر خواہوں سے۔ (ترجمہ، محمود الحسن صاحب دیوبندی)

ان آیات سے معلوم ہوا کہ حضرت صالح علیہ السلام نے اپنی قوم سے اس کی تباہی کے بعد خطاب فرمایا۔ کیونکہ فَتَوَلّٰی عَنْھُمْ میں "ف" تعقیب کا فائدہ دے رہی ہے۔

ابنِ کثیر میں ہے:

قَالَ لَھُمْ صَالِحٌ ذٰلِكَ بَعْدَ ھِلَاكِھِمْ تَقْرِیْعًا وَّتَوْبِیْخًا وَھُمْ یَسْمَعُوْنَ۔

"حضرت صالح علیہ السلام نے قوم کی ہلاکت کے بعد ان کو بطور تہدید و توبیخ خطاب فرمایا۔ اور قوم اس خطاب کو سن رہی تھی۔" (تفسیر ابن کثیر ص ۲۳۰)

حضرت شعیب علیہ السلام کا قوم کی ہلاکت کے بعد ان کو خطاب:

نمبر۲۔ وَقَالَ الْمَلَاُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ لَئِنِ اتَّبَعْتُمْ شُعَیْبًا اِنَّكُمْ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ ۝ فَاَخَذَتْھُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِیْ دَارِھِمْ جٰثِمِیْنَ ۝ الَّذِیْنَ كَذَّبُوْا شُعَیْبًا كَاَنْ لَّمْ یَغْنَوْا فِیْھَا اَلَّذِیْنَ كَذَّبُوْا شُعَیْبًا كَانُوْا ھُمُ الْخٰسِرِیْنَ ۝ فَتَوَلّٰی عَنْھُمْ وَقَالَ

يٰقَوْمِ لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّيْ وَنَصَحْتُ لَكُمْ ۚ فَكَيْفَ اٰسٰى عَلٰى قَوْمٍ كٰفِرِيْنَ ۟

(پارہ ۹ الاعراف ۹۰ - ۹۱ - ۹۲ - ۹۳)

ترجمہ : اور بولے سردار جو کافر تھے اس کی قوم میں اگر پیروی کرو گے تم شعیب کی تو تم بیشک خراب ہو گے پھر آپکڑا ان کو زلزلہ نے پس صبح کو رہ گئے اپنے گھروں میں اوندھے پڑے، جنہوں نے جھٹلایا شعیب کو، گویا کبھی بسے ہی نہ تھے وہاں، جنہوں نے جھٹلایا شعیب کو وہی ہوئے خراب - پھر اُلٹا پھرا ان لوگوں سے اور بولا اے میری قوم میں پہنچا چکا تم کو پیغام اپنے رب کے اور خیر خواہی کر چکا تمہاری، اب کیا افسوس کروں کافروں پر -

(ترجمہ محمود الحسن صاحب دیوبندی)

ان آیاتِ کریمہ سے معلوم ہوا کہ حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم نافرمان تھی، اپنے کفر کی بنا پر ہلاک ہو گئی - قوم کی ہلاکت کے بعد ان کے پیغمبر حضرت شعیب علیہ السلام نے انہیں خطاب فرمایا - اللہ کے پیغمبر عبث اور فضول کام نہیں کرتے - اگر مرنے تباہ ہونے والی قوم مرنے کے بعد سن ہی نہ سکتی تھی تو پیغمبر کا ان کو خطاب کرنا فضول اور عبث کہلائے گا - ثابت ہوا مُردے اللہ کی بخشی ہوئی قوت سے سُنتے ہیں -

نمبر ۳ - حضرت ابراہیم علیہ السلام کا بحکم خدا مُردہ پرندوں کو خطاب :

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اَرِنِيْ كَيْفَ تُحْيِ الْمَوْتٰى ۭ قَالَ اَوَلَمْ تُؤْمِنْ ۭ قَالَ بَلٰى وَلٰكِنْ لِّيَطْمَىِٕنَّ قَلْبِىْ ۭ قَالَ فَخُذْ اَرْبَعَةً مِّنَ الطَّيْرِ فَصُرْهُنَّ اِلَيْكَ ثُمَّ اجْعَلْ عَلٰى كُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا ثُمَّ ادْعُهُنَّ يَاْتِيْنَكَ سَعْيًا ۭ وَاعْلَمْ

اَنَّ اللّٰہَ عَزِیْزٌ حَکِیْمٌ ۝ (پارہ ۳، البقرہ ۲۶۰)

ترجمہ: اور جب عرض کی ابراہیم نے اے رب میرے مجھے دکھا دے تو مُردے کیونکر جلائے گا۔ فرمایا کیا تمہیں یقین نہیں عرض کی یقین کیوں نہیں مگر یہ چاہتا ہوں کہ میرے دل کو قرار آجائے۔ فرمایا تو اچھا چار پرندے لے کر اپنے ساتھ ہلا لے۔ پھر ان کا ایک ایک ٹکڑا ہر پہاڑ پر رکھ دے۔ پھر انہیں بُلا وہ تیرے پاس چلے آئیں گے پاؤں سے دوڑتے ہوئے اور جان رکھ کہ اللّٰہ غالب حکمت والا ہے۔ (ترجمہ، اعلیٰ حضرت بریلوی رضی اللّٰہ عنہ)

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ سیدنا ابراہیم خلیل اللّٰہ علیہ السّلام نے مُردہ پرندوں کو بحکم خدا آواز دی، پکارا، اگر وہ پرندے جن کے اجزا متفرق پہاڑوں پر موجود تھے وہ ابراہیم علیہ السّلام کی آواز سُن سکتے ہیں تو آج بھی مُردے اللّٰہ تعالیٰ کی بخشی ہوئی قوت سے سُن سکتے ہیں۔

نمبر۴ - بُخاری شریف میں ہے:

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلْعَبْدُ اِذَا وُضِعَ فِیْ قَبْرِہٖ وَتُوُلِّیَ وَذَھَبَ اَصْحَابُہٗ حَتّٰی اِنَّہٗ لَیَسْمَعُ قَرْعَ نِعَالِھِمْ۔

حضرت سیدنا انس رضی اللّٰہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللّٰہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "جب آدمی کو قبر میں رکھ دیا جاتا ہے اور اس کے ساتھی پیٹھ موڑ کر چل دیتے ہیں تو وہ ان کے جوتوں تک کی آواز بھی سنتا ہے۔"

(بُخاری شریف ص ۱۷۸)

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں اس حدیث کو نقل کرنے سے پہلے ایک باب قائم کیا ہے "باب المیت یسمع خفق النعال" باب، مردہ لوٹ کر جانیوالوں کے قدموں کی آواز سنتا ہے۔ (بخاری شریف ص۱۷۸)

آج اگر کسی زندہ انسان کو صرف "ساؤنڈ پروف" کمرہ میں بند کر کے باہر سے لاؤڈ سپیکر لگا کر بھی پکارا جائے تب بھی نہیں سن سکتا۔ لیکن یہ حدیث اس بات کی صریح دلیل ہے کہ "قبر والے" کی قوت سماعت اس کی دنیاوی زندگی کی نسبت بہت تیز ہو جاتی ہے۔

نمبر ۵۔ جنگ بدر میں بڑے بڑے کفار مقتولین کو کنویں میں ڈال دیا گیا تھا۔ بعد میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تشریف لا کر ایک ایک کافر کا نام لے کر انہیں خطاب فرمایا جس پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ما تکلم من اجساد لا ارواح لہا فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم والذی نفس محمد بیدہ ما انتم باسمع لما اقول منہم۔ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ ان جسموں سے کلام کیوں فرما رہے ہیں جن میں روحیں موجود نہیں ہیں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے قبضۂ قدرت میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے "تم ان کفار سے زیادہ میری بات کو نہیں سن رہے ہو" (انہیں کے برابر سنتے ہو) (صحیح بخاری ص۵۶۶)

اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد علامہ وحید الزماں غیر مقلد لکھتے ہیں:
محققین اہل حدیث کا مذہب یہ ہے کہ مردے زندوں کا کلام سنتے ہیں،

اور بے شمار حدیثیں اس باب میں وارد ہیں۔ (تیسیر الباری ص)

سوال: ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اس روایت کا رد فرمایا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا تھا کہ وہ کفار بد سن رہے ہیں، بلکہ یہ فرمایا تھا کہ ان کفار کو اب حق معلوم ہو چکا ہے اور ساتھ ہی ام المومنین رضی اللہ عنہا نے سماع موتیٰ کے انکار کے لیے آیت کریمہ اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى سے بھی استدلال فرمایا ہے۔

جواب: حافظ ابن حجر لکھتے ہیں:

وَلَمْ يَنْفَرِدْ عُمَرُ وَلَا ابْنُهُ بِحِكَايَةِ ذٰلِكَ بَلْ وَافَقَهُمَا اَبُوْ طَلْحَةَ كَمَا تَقَدَّمَ وَالطَّبْرَانِيُّ مِنْ حَدِيْثِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ مِثْلَهُ بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ، وَمِنْ حَدِيْثِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَيْدَانَ نَحْوَهُ وَفِيْهِ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَهَلْ يَسْمَعُوْنَ؟ قَالَ: يَسْمَعُوْنَ كَمَا تَسْمَعُوْنَ وَلٰكِنْ لَا يُجِيْبُوْنَ وَفِيْ حَدِيْثِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ "وَلٰكِنَّهُمُ الْيَوْمَ لَا يُجِيْبُوْنَ" وَمِنَ الْغَرِيْبِ اَنَّ فِي الْمَغَازِيْ لِابْنِ اِسْحٰقَ رِوَايَةَ يُوْنُسَ بْنِ بُكَيْرٍ بِاِسْنَادٍ جَيِّدٍ عَنْ عَائِشَةَ مِثْلَ حَدِيْثِ اَبِيْ طَلْحَةَ وَفِيْهِ "مَا اَنْتُمْ بِاَسْمَعَ لِمَا اَقُوْلُ مِنْهُمْ" وَاَخْرَجَهُ اَحْمَدُ بِاِسْنَادٍ حَسَنٍ، فَاِنْ كَانَ مَحْفُوْظًا فَكَاَنَّهَا رَجَعَتْ عَنِ الْاِنْكَارِ لِمَا ثَبَتَ عِنْدَهَا مِنْ رِوَايَةِ هٰؤُلَاءِ الصَّحَابَةِ لِكَوْنِهَا لَمْ تَشْهَدِ الْقِصَّةَ۔

(فتح الباری شرح صحیح بخاری ج ۷ ص ۳۰۲-۳۰۳)

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور ان کے صاحبزادے اس واقعہ کی حکایت میں منفرد نہیں ہیں بلکہ حضرت ابو طلحہ نے بھی ان کی موافقت فرمائی ہے جیسے کہ ابھی گزرا۔ امام طبرانی نے صحیح سند کے ساتھ حضرت عبد اللہ بن مسعود سے بھی اسی کے مثل حدیث بیان کی ہے اور حضرت عبد اللہ بن شداد سے بھی۔ اور اس حدیث میں یہ بھی ہے "صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ کیا یہ مُردہ کافر سُن رہے ہیں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جیسے تم سُن رہے ہو ویسے ہی وہ سُن رہے ہیں لیکن وہ جواب نہیں دے سکتے۔ اور حضرت عبد اللہ بن مسعود کی حدیث میں یہ ہے کہ "لیکن وہ آج جواب نہیں دے سکتے" اور ابن اسحٰق کی مغازی میں سند جید سے ... بن بکیر نے ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی حدیث حضرت طلحہ کی حدیث کے مثل روایت کی ہے اور اس میں بھی یہ ہے "میری بات کو تم ان مُردہ کفار سے زیادہ نہیں سُن رہے ہو" اس حدیث کو امام احمد نے "سند حسن" کے ساتھ روایت کیا ہے۔ اس کی حفاظت کے پیش نظر حضرت عائشہ کے ہاں جب ان صحابہ کرام کی روایت ثابت ہو گئی تو انہوں نے اپنے انکار سے رجوع فرمالیا اس لیے کہ خود تو حضرت عائشہ اس وقت موجود نہ تھیں۔

نوٹ: وہابیہ کے ایک بڑے عالم نواب صدیق حسن نے بھی فتح الباری کی یہی عبارت نقل کی ہے۔ ملاحظہ ہو عون الباری ص۳۴۳۔

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں:

قَالَ الْإِسْمَاعِيلِيُّ، كَانَ عِنْدَ عَائِشَةَ مِنَ الْفَهْمِ

وَالذَّكَاءِ وَكَثْرَةِ الرِّوَايَةِ وَالغَوْصِ عَلٰى غَوَامِضِ العِلْمِ مَالَا مَزِيْدَ عَلَيْهِ. لٰكِنْ لَا سَبِيْلَ اِلٰى رَدِّ رِوَايَةِ الثِّقَةِ اِلَّا بِنَصٍّ مِثْلِهِ يَدُلُّ عَلٰى نَسْخِهِ اَوْ تَخْصِيْصِهِ اَوِ اسْتِحَالَتِهِ. فَكَيْفَ وَالجَمْعُ بَيْنَ الَّذِيْ اَنْكَرَتْهُ وَاَثْبَتَهُ غَيْرُهَا مُمْكِنٌ.

اسماعیلی کہتے ہیں کہ ام المومنین رضی اللہ عنہا اگرچہ فہم و ذکا اور علمی گہرائی کی انتہا کو پہنچی ہوئی تھیں لیکن ثقہ کی روایت صرف اس وقت رد ہو سکتی ہے، جب اسی کی مثل موجود ہو جو اس بات کی دلیل ہو کہ ثقہ کی بیان کردہ روایت منسوخ ہے یا اس میں تخصیص موجود ہے یا اس میں کوئی استحالہ ہے۔ جب ایسی کوئی صورت موجود نہیں ہے تو ثقہ کی روایت کیسے رد ہو سکتی ہے۔ (یہ بات بھی یاد رہے) کہ ام المومنین نے جس چیز کا انکار کیا ہے اور ان کے علاوہ جن صحابہ نے جس چیز کا اثبات کیا ہے اس میں موافقت ممکن ہے۔

(فتح الباری شرح صحیح بخاری ص ۳۰۴)

سوال: ثقہ کی روایت کو رد کرنے کے لیے آیتِ کریمہ "اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى" بیشک آپ مُردوں کو نہیں سُناتے، موجود ہے۔

جواب: حافظ ابن حجر اسماعیلی کی بات کو نقل کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

لِاَنَّ قَوْلَهٗ تَعَالٰى اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى لَا يُنَافِيْ قَوْلَهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "اِنَّهُمُ الْاٰنَ يَسْمَعُوْنَ لِاَنَّ الْاِسْمَاعَ هُوَ اِبْلَاغُ الصَّوْتِ مِنَ الْمُسْمِعِ فِيْ اُذُنِ السَّامِعِ، فَاللّٰهُ تَعَالٰى هُوَ الَّذِيْ اَسْمَعَهُمْ بِاَنْ اَبْلَغَهُمْ صَوْتَ نَبِيِّهٖ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِذٰلِكَ ، وَأَمَّا جَوَابُهَا بِأَنَّهُ إِنَّمَا قَالَ إِنَّهُمْ لَيَعْلَمُوْنَ فَإِنْ كَانَتْ سَمِعَتْ ذٰلِكَ فَلَا يُنَافِيْ رِوَايَةَ يَسْمَعُوْنَ بَلْ يُؤَيِّدُهَا ، وَقَالَ سُهَيْلِيٌّ مَا مُحَصَّلُهُ إِنَّ فِيْ نَفْسِ الْخَبَرِ مَا يَدُلُّ عَلٰى خَرْقِ الْعَادَةِ بِذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِقَوْلِ الصَّحَابَةِ لَهُ "أَتُخَاطِبُ أَقْوَامًا قَدْ جَيَّفُوْا ، فَأَجَابَهُمْ" قَالَ وَإِذَا جَازَ أَنْ يَكُوْنُوْا فِيْ تِلْكَ الْحَالَةِ عَالِمِيْنَ جَازَ أَنْ يَكُوْنُوْا سَامِعِيْنَ ، وَذٰلِكَ إِمَّا بِآذَانِ رُءُوْسِهِمْ عَلٰى قَوْلِ الْأَكْثَرِ أَوْ بِآذَانِ قُلُوْبِهِمْ

اس لیے کہ ارشادِ ربانی "بیشک آپ مردوں کو نہیں سناتے" نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادِ گرامی "یقیناً وہ اس وقت سن رہے ہیں" کے منافی نہیں ہے اس لیے کہ اسماع (سنانا) نام ہے سننے والے کے کان میں سنانے والے کی طرف سے آواز پہنچانے کا، پس اللہ تعالیٰ ہی نے ان کو سنایا۔ بایں طور کہ اپنے پیارے نبی علیہ السلام کی آواز کو ان تک پہنچایا۔ بہرحال ام المومنین رضی اللہ عنہا کا جواب میں یہ فرمانا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا تھا کہ "یقیناً یہ کفار اب جانتے ہیں"۔ پس اگر ام المومنین نے یہ الفاظ سنے ہیں تو "وہ سنتے ہیں" والی روایت کے منافی نہیں بلکہ مؤید ہے۔ امام سہیلی نے جو کچھ فرمایا اس کا خلاصہ یہ ہے کہ صحابہ کرام نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ آپ اس قوم سے کلام فرما رہے ہیں جو سڑ چکی ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو جواب دیا" اس حدیث میں اس بات کی دلیل ہے کہ یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ بھی تھا۔

(یعنی مُردوں سے کلام فرمانا) جب ایسی حالت میں مُردے جان سکتے ہیں تو وہ سُن بھی سکتے ہیں۔ اکثر علماء کے نزدیک کفار نے سر کے کانوں سے سُنا تھا اور بعض کے نزدیک دل کے کانوں سے۔ (فتح الباری ص۲۳۵)

نوٹ: إِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتَىٰ پر تفصیلی بحث آگے آرہی ہے۔

اُمّ المومنین کے رجوع کی ایک اور دلیل ترمذی شریف میں:

تُوُفِّيَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ أَبِي بَكْرٍ بِحُبْشِيٍّ قَالَ فَحُمِلَ إِلَى مَكَّةَ فَدُفِنَ فِيهَا فَلَمَّا قَدِمَتْ عَائِشَةُ أَتَتْ قَبْرَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ فَقَالَتْ۔

وَكُنَّا كَنَدْمَانَيْ جَذِيمَةَ حِقْبَةً — مِنَ الدَّهْرِ حَتَّى قِيلَ لَنْ يَتَصَدَّعَا

فَلَمَّا تَفَرَّقْنَا كَأَنِّي وَمَالِكًا — لِطُولِ اجْتِمَاعٍ، لَمْ نَبِتْ لَيْلَةً مَعَا

ثُمَّ قَالَتْ، وَاللّٰهِ لَوْ حَضَرْتُكَ مَا دُفِنْتَ إِلَّا حَيْثُ مِتَّ وَلَوْ شَهِدْتُكَ مَا زُرْتُكَ۔ حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما (اُمّ المومنین کے بھائی) حُبشی کے مقام پر فوت ہوئے، راوی کہتے ہیں کہ ان کو مکہ شریف لاکر دفن کیا گیا۔ پھر جب اُمّ المومنین اپنے بھائی عبدالرحمٰن بن ابی بکر کی قبر پر آئیں اور دو شعر پڑھے:

شاہ جذیمہ کے دو ہمنشینوں کی طرح ہم ایک لمبی مدت تک اس طرح رہے کہ لوگ کہنے لگ گئے تھے کہ اب یہ دونوں کبھی جدا نہ ہوں گے۔ پھر جب ہم جُدا ہوگئے تو میں اور مالک مدتوں ایک ساتھ رہنے کے باوجود یوں لگتا ہے کہ ہم نے ایک رات بھی اکٹھی نہیں گزاری۔

پھر ارشاد فرمایا کہ اگر میں موجود ہوتی تو تمہیں وہیں دفن کرتی جہاں تمہارا انتقال ہوا تھا اور اگر میں اس وقت موجود ہوتی تو اب تیری زیارت کو نہ آتی۔" (ترمذی شریف ص۲۰۳)

معلوم ہوا کہ اُمّ المومنین کا بھی یہی نظریہ تھا کہ مُردے سنتے ہیں تبھی تو اپنے بھائی کی قبر پر آکر اسے خطاب فرمایا۔

مجمع الزوائد میں ہے :

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُنْتُ اَدْخُلُ بَيْتِيَ الَّذِيْ فِيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبِيْ فَاَضَعُ ثَوْبِيْ وَاَقُوْلُ اِنَّمَا هُوَ زَوْجِيْ وَاَبِيْ فَلَمَّا دُفِنَ عُمَرُ مَعَهُمْ فَوَاللّٰهِ مَا دَخَلْتُهُ اِلَّا وَاَنَا مَشْدُوْدَةٌ عَلَىَّ ثِيَابِيْ حَيَاءً مِّنْ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَرِجَالُهٗ رِجَالُ الصَّحِيْحِ۔

حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) فرماتی ہیں کہ جب میں اپنے اس گھر میں داخل ہوتی جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور میرے باپ موجود ہیں تو میں پردے کے خاص اہتمام کے بغیر ہی چلی جاتی اور کہتی کہ ایک تو میرے شوہر ہیں اور دوسرے میرے والد، پھر جب عمر رضی اللہ عنہ بھی ان کے ساتھ دفن ہوگئے تو میں حضرت عمر سے حیاء اور شرم کرتے ہوئے خوب اچھی طرح پردہ کرکے داخل ہوتی تھی۔ اس حدیث کو امام احمد نے روایت کیا ہے اور اس حدیث کے سارے راوی صحیح بخاری کے راوی ہیں۔ (مجمع الزوائد ص۲۶)

یہ حدیث مشکوٰۃ ص۱۵۴، مسند احمد ص۲۰۲ پر بھی موجود ہے۔

اسی حدیث کی شرح میں حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں،

و دریں حدیث دلیلے واضح ست بر حیات میت وعلم وے و آنکہ واجب سنت احترام میت نزد زیارت وے خصوصاً صالحان و مراعات ادب بر قدر نسب ایشاں چنانچہ در حالت حیات ایشاں بود زیرا کہ صالحاں را مدد بلیغ ست زیارت کنندگان خود را بر اندازہ ادب ایشاں۔ کذا فی شرح الشیخ۔

"اس حدیث میں میت کی حیات اور اس کے علم پر واضح دلیل ہے اور میت خصوصاً صالحین کی زیارت کے وقت ان کا احترام اور ان کے مرتبہ کے مناسب ادب کی رعایت اسی طرح واجب ہے جس طرح ان کی ظاہری حیات میں۔ اس لیے کہ صالحین زائرین کے ادب و احترام کے مطابق ان کی بہت زیادہ مدد فرماتے ہیں۔"

(اشعۃ اللمعات ص۷۱۶)

مشکوٰۃ شریف کے حاشیہ پر علامہ احمد علی سہارنپوری نے بھی یہی مضمون نقل کیا ہے۔

شفاء السقام میں ہے:

عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا اِنَّہَا کَانَتْ تَسْمَعُ صَوْتَ الْوَتَدِ یُوْتَدُ وَالْمِسْمَارُ یُضْرَبُ فِیْ بَعْضِ الدُّوْرِ الْمُطِیْفَۃِ بِمَسْجِدِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَتُرْسِلُ اِلَیْہِمْ لَا تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔ (شفاء السقام ص۲۰۲)، (زرقانی علی المواہب ص۳۳۳)

ام المومنین رضی اللہ عنہا کا یہی نظریہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر انور میں جلوہ گر رہتے ہوئے بھی باہر کی آواز سماعت فرما رہے ہیں۔ تبھی تو آپ رضی اللہ عنہا نے کیل ٹھونکنے والوں کو تہدیدی پیغام روانہ فرمایا۔

نمبر۶ ۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام کو سکھاتے تھے کہ جب تم قبور کی زیارت کو

جاؤ تو یوں کہو السَّلَامُ عَلَیْکُمْ اَهْلَ الدِّیَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُسْلِمِیْنَ وَاِنَّا اِنْ شَاءَ اللّٰهُ لَلَاحِقُوْنَ اَسْاَلُ اللّٰهَ لَنَا وَلَکُمُ الْعَافِیَةَ

اے مومنوں مسلمانوں کے گھر والوں تم پر سلام ہو، ہم انشاء اللہ تم سے ملنے والے ہیں اللہ سے اپنے لیے اور تمہارے لیے عافیت مانگتے ہیں۔ (مسلم شریف ۳۱۴)

اگر مُردے نہیں سُنتے تو ان کو سلام کہنا اور پھر ان کو خطاب کر کے دُعاء عافیت مانگنا عبث اور فضول کام قرار پائے گا۔

حافظ ابنِ کثیر فرماتے ہیں:

وَثَبَتَ عَنْهُ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لِاُمَّتِهٖ اِذَا سَلَّمُوْا عَلٰی اَهْلِ الْقُبُوْرِ اَنْ یُّسَلِّمُوْا عَلَیْهِمْ سَلَامَ مَنْ یُّخَاطِبُوْنَهٗ فَیَقُوْلُ الْمُسَلِّمُ السَّلَامُ عَلَیْکُمْ دَارَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِیْنَ، وَهٰذَا خِطَابٌ لِمَنْ یَّسْمَعُ وَیَعْقِلُ وَلَوْلَا هٰذَا الْخِطَابُ لَکَانُوْا بِمَنْزِلَةِ خِطَابِ الْمَعْدُوْمِ وَالْجَمَادِ وَالسَّلَفُ مُجْمِعُوْنَ عَلٰی هٰذَا الْقَدْ تَوَاتَرَتِ الْاٰثَارُ عَنْهُمْ بِاَنَّ الْمَیِّتَ یَعْرِفُهٗ بِزِیَارَةِ الْحَیِّ لَهٗ وَیَسْتَبْشِرُ بِهٖ

یہ بات ثابت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اُمت کو یہ تعلیم دی کہ جب اہلِ قبور کو سلام کہیں تو ایسے سلام کہیں جیسے مخاطب کو سلام کہا جاتا ہے پس سلام کہنے والا کہے تم پر سلام ہو مومن قوم کے گھر والو۔ اور یہ خطاب اس کو ہے جو سُنتا اور جانتا ہے۔ اگر ان کو یہ خطاب نہ ہوتا تو معدوم اور جماد کے خطاب کی طرح ہوتے۔ سلف صالحین کا اس پر اجماع ہے۔ اور تواتر کے ساتھ ان سے آثار مروی ہیں کہ جب کوئی زندہ میت کی زیارت کو حاضر ہوتا ہے تو وہ اسے پہچانتا

بھی ہے اور اس کی آمد پر خوشی محسوس کرتا ہے۔ (تفسیر ابن کثیر ص ۴۳۹)

تقریباً یہی عبارت حافظ ابن قیم نے کتاب الروح ص ۴ پر بھی نقل کی ہے۔

یہی حافظ ابنِ کثیر اور ابن قیم لکھتے ہیں:

السَّلَامُ عَلٰی مَنْ لَّمْ یَشْعُرْ وَلَا یَعْلَمْ بِالْمُسَلِّمِ مُحَالٌ

جس شخص کو شعور نہ ہو اور نہ ہی وہ سلام کرنے والے کو جانتا ہو تو اس کو سلام کہنا محال ہے۔ (تفسیر ابن کثیر ۴۳۹)، (کتاب الروح ص ۹)

نمبر ۷ ۔ حافظ ابنِ کثیر نے حافظ ابنِ عبد البر کی تصحیح سے مندرجہ ذیل حدیث نقل کی ہے:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ مَرْفُوْعًا - مَا مِنْ اَحَدٍ یَمُرُّ بِقَبْرِ اَخِیْہِ الْمُسْلِمِ کَانَ یَعْرِفُہٗ فِی الدُّنْیَا فَیُسَلِّمُ عَلَیْہِ اِلَّا رَدَّ اللّٰہُ عَلَیْہِ رُوْحَہٗ حَتّٰی یَرُدَّ عَلَیْہِ السَّلَامَ۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب بھی کوئی اپنے مسلمان بھائی جس کو وہ دنیا میں پہچانتا تھا کی قبر کے پاس سے گزرتا ہے پھر وہ اس کو سلام کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ نے اس پر اس کی روح کو لوٹا رکھا ہے کہ وہ سلام کا جواب دیتا ہے۔ (تفسیر ابن کثیر ص ۴۳۹)

اسی مضمون کی ایک حدیث حافظ ابن قیم نے یوں بیان کی ہے:

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ اِذَا مَرَّ الرَّجُلُ بِقَبْرِ اَخِیْہِ یَعْرِفُہٗ فَسَلَّمَ عَلَیْہِ رَدَّ عَلَیْہِ السَّلَامَ وَعَرَفَہٗ وَاِذَا مَرَّ بِقَبْرٍ لَا یَعْرِفُہٗ فَسَلَّمَ عَلَیْہِ رَدَّ عَلَیْہِ السَّلَامَ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب کوئی آدمی اپنے اس بھائی کی قبر سے گزرے پھر اس کو سلام کرے تو صاحبِ قبر اس کے سلام کا جواب بھی دیتا ہے اور اسے پہچان بھی لیتا ہے۔ اور جب ایسے بھائی کی قبر کے پاس سے گزرے جس کو وہ نہیں پہچانتا تھا پھر اسے سلام کرے تو پھر بھی وہ سلام کا جواب دیتا ہے۔ (کتاب الروح ص)

مشہور وہابی عالم قاضی شوکانی بھی اس حدیث کے صحیح ہونے کے دعویدار ہیں۔ ملاحظہ ہو: (نیل الاوطار ص ۲۸۲)

سراج منیر شرح جامع صغیر ص ۲۱۷ ج ۲ میں یہی روایت حضرت ابی درداء رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے:

نمبر ۸۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کے شہید شدہ جسم پر تشریف فرما ہوئے۔ شہداء کی عظمت بیان فرمائی ثُمَّ اَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ فَقَالَ اَيُّهَا النَّاسُ زُوْرُوْهُمْ وَاْتُوْهُمْ وَسَلِّمُوْا عَلَيْهِمْ، فَوَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَا يُسَلِّمُ عَلَيْهِمْ مُسَلِّمٌ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ اِلَّا رَدُّوْا عَلَيْهِ السَّلَامَ۔" پھر لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا، اے لوگو ان کی زیارت کیا کرو، ان کے پاس آیا کرو، انہیں سلام کہا کرو۔ مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے قیامت تک جو بھی انہیں سلام کرے گا تو یہ اس کے سلام کا جواب دیں گے"

(طبقات ابن سعد ص ۱۲۱ ج ۳ ۔ شرح الصدور ص ۸۴ ، مستدرک حاکم ص ۲۴۸ ج ۲)

امام حاکم نے یہ حدیث نقل کرنے کے بعد فرمایا:

وَھٰذَا حَدِیْثٌ صَحِیْحٌ عَلٰی شَرْطِ الشَّیْخَیْنِ وَلَمْ یُخَرِّجَاہُ

یہ حدیث امام بخاری اور امام مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔ ان دونوں نے اس کی تخریج نہیں فرمائی۔" (مستدرک حاکم ص ۴۴۸ ج ۲)

نمبر ۹۔ عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا قَالَتْ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ رَجُلٍ یَزُوْرُ قَبْرَ اَخِیْہِ وَیَجْلِسُ عِنْدَہٗ اِلَّا اِسْتَاْنَسَ بِہٖ حَتّٰی یَقُوْمَ۔

"ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب بھی کوئی آدمی اپنے بھائی کی قبر کی زیارت کرتا ہے اور اس کے پاس بیٹھتا ہے تو صاحب قبر اس کے اٹھ جانے تک اس سے انس حاصل کرتا رہتا ہے۔" (تفسیر ابن کثیر ص ۴۳۹، کتاب الروح ص ۵)

ہم نے "سماع موتی" کے چند دلائل آپ کے سامنے پیش کیے ہیں، ہمیں امید ہے کہ آپ نے حق بات کو اچھی طرح پہچان لیا ہوگا کہ جب مردے سنتے ہیں تو ان میں لازماً اتنی حیات تسلیم کرنا ہوگی جس سے وہ سن سکیں۔ جب عام لوگوں میں سماعت اور حیات موجود ہے تو سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی سماعت اور حیات کا انکار کس طرح کیا جا سکتا ہے؟

منکرینِ سماع "اِنَّکَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰی" سے استدلال کرتے ہیں۔ حالانکہ معارضہ میں یہ آیتِ کریمہ پیش ہی نہیں کی جا سکتی۔ کیونکہ بحث یہ ہے کہ مردے سنتے ہیں یا نہیں، یہ بحث ہرگز نہیں کہ ان مردوں کو سناتا کون ہے ــــ یہ تو ہم بھی

کہتے ہیں کہ زندہ ہو یا مُردہ سب کو اللہ ہی سُناتا ہے مخلوق نہیں سُناتی۔ اگر اللہ تعالیٰ کسی زندہ کو بہرہ بنادے تو مخلوق خواہ کتنا زور زور سے ہی کیوں نہ بولے وہ نہیں سُن سکتا اس لیے کہ اسے اللہ تعالیٰ نہیں سُناتا۔ اسی طرح اگر اللہ تعالیٰ کسی کی قوّتِ سماعت بہت تیز فرمادے تو مخلوق اگرچہ اس کو نہ بھی سُنانا چاہے آہستہ بولے تب بھی وہ سُن لیتا ہے اس لیے کہ اسے اللہ نے سُنا دیا ہے۔

معلوم ہوا کہ یہ بحث ہے ہی نہیں کہ مُردوں کو اللہ تعالیٰ سُناتا ہے یا کہ نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جو بحث ہے اس پر منکرین ایک آیتِ کریمہ یا ایک صحیح مرفوع حدیث پیش کردیں کہ "مُردے نہیں سُنتے" تو چشم ماروشن دل ماشاد، وگرنہ قوم کو لڑانے کی سزا تو قبر و حشر میں معاندین کو بھگتنی پڑے گی۔

مندرجہ ذیل آیتِ کریمہ ہمارے دعویٰ کی تائید کر رہی ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ یُسْمِعُ مَنْ یَّشَآءُ ۚ وَمَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِی الْقُبُوْرِ ۝

بے شک اللہ سُناتا ہے جسے چاہے اور تم نہیں سُنانے والے انہیں جو قبروں میں پڑے ہوئے ہیں۔

مطلب واضح ہے کہ اصحابِ قبور کو اللہ تعالیٰ سُناتا ہے۔ نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قوّتِ سماعت کی تخلیق نہیں فرماتے ہیں۔

مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم

پچھلے اوراق میں آپ "مسئلہ عذابِ قبر" اور مسئلہ "سماع موتیٰ" پر تحقیقی بحث ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ قبر میں مُردہ کو عذاب و ثواب بھی حیات کی دلیل ہے اور مُردہ کا سُننا بھی۔ جب عام مُردہ کا یہ حال ہے تو یہ کیسے متصوّر ہو سکتا ہے کہ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبرِ انور میں زندہ نہ ہوں۔

ضروری نوٹ: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر قانونِ موت طاری ہوا۔ آپ کو غسل دیا گیا، کفن پہنایا گیا، درود و سلام کی شکل میں جنازہ بھی پڑھا گیا، اور قبرِ انور میں دفن بھی کیا گیا، یہ تمام باتیں حق اور سچ ہیں، ان میں سے کسی چیز کا بھی انکار نہیں کیا جا سکتا۔ ان مذکورہ چیزوں میں سے کوئی بھی چیز قطعاً زیرِ بحث نہیں۔ مخالف معاند جب ہمارے دلائل کی تاب نہیں لا سکتا تو پھر مذکورہ بحث چھیڑ کر وقت گزارنے کی کوشش کرتا ہے۔ اس بات کو اچھی طرح ذہن نشین فرما لیجیے کہ ہم نہ تو مذکورہ چیزوں کے منکر ہیں اور نہ ہی ان چیزوں کو مابہ النزاع سمجھتے ہیں۔ ہاں ڈنکے کی چوٹ اعلان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبرِ انور میں زندہ ہیں۔ ظہیر اور اس کے ہمنوا اسی چیز کے منکر ہیں۔ اور یہی چیز زیرِ بحث ہے اور اب

اس مسئلہ پر قرآن و سنت کے صریح دلائل ملاحظہ ہوں :

نمبر ۱ - ارشادِ ربانی ہے :

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ فَلَا تَكُنْ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْ لِّقَآئِهٖ (پارہ ۲۱ السجدہ ۲۳)

ترجمہ : اور ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو کتاب عطا فرمائی تو تم اس کے ملنے میں شک کرو۔

دیوبندی شیخ الاسلام علامہ عثمانی لکھتے ہیں :

موسیٰ کے ذکر پر فرمادیا کہ تم جو موسیٰ (علیہ السلام) سے شبِ معراج میں ملے تھے وہ سچی حقیقت ہے کوئی دھوکہ یا نظر بندی نہیں۔ (تفسیر عثمانی ص۵۴۳)

یہی مضمون ملاحظہ ہو تفسیر جلالین مع البیضاوی ص۳۴۹ ، ابن کثیر ص۴۶۳/۳ ، خازن مع معالم التنزیل ۳۳۵/۵ قرطبی ص۱۰۵/۱۴ ، تفسیر کبیر مطبوعہ ایران ص۱۸۹/۲۵ ، روح المعانی مطبوعہ ملتان ص۱۳۸/۲۱ ، معارف القرآن از کاندھلوی ص۵۴۴/۵ ، معارف القرآن از مفتی ص۷۳/۳ -

ایک وہابی عالم احمد حسن دہلوی لکھتے ہیں :

صحیح مسلم میں انس بن مالک سے روایت ہے کہ معراج کی رات بیت المقدس کے راستہ میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے موسیٰ علیہ السلام کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا۔ صحیح بخاری و مسلم میں مالک بن صعصعہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم معراج کی رات چھٹے آسمان پر موسیٰ علیہ السلام سے ملے اور موسیٰ علیہ السلام کے مشورہ کے موافق آپ نے پچاس۵۰ نمازوں میں سے پینتالیس۴۵ نمازوں کی تخفیف کی اللہ تعالیٰ سے التجا کی اور آپکی وہ التجا منظور ہوکر پچاس نمازوں کی جگہ پانچ نمازیں رہ گئیں جواب لوگ پڑھتے ہیں، حاصل کلام

یہ ہے کہ اللہ کے رسُول صلی اللہ علیہ وسلم کو موسٰی علیہ السّلام کی ملاقات میں یہ شبہ پڑا تھا کہ موسٰی علیہ السلام تھوڑی دیر پہلے تو بیت المقدس کے راستہ میں نظر آئے تھے پھر ایسے جلدی مجھ سے پہلے وُہ چھٹے آسمان پر کیونکر پہنچ گئے فَلَا تَكُنْ فِي مِرْيَةٍ مِّن لِّقَائِهِ سے اللہ تعالٰی نے اپنے رسُول کے اسی شبہ کو رفع فرمایا کہ اللہ تعالٰی نے اپنی قدرت کے ظاہر کرنے کے لیے ایسی جلدی موسٰی علیہ السلام کو ملک شام سے چھٹے آسمان پر پہنچا دیا۔ اس لیے ایسے رسُول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے ملاقات جو موسٰی علیہ السّلام کی چھٹے آسمان پر ہوئی اس میں کچھ دھوکا نہیں ہے۔ (احسن التفاسیر ص ۱۸۲-۱۸۳)

مندرجہ بالا آیتِ کریمہ اور اس کی مذکورہ تفسیر سے صاف معلوم ہوا کہ شبِ معراج نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت موسٰی علیہ السّلام کی ملاقات ہوئی۔ ظاہر بات ہے کہ ملاقات کرنے والا زندہ ہوتا ہے۔ جب موسٰی علیہ السلام اپنے وصالِ مقدس کے دو ہزار سال سے زائد عرصہ کے بعد قبرِ انور سے باہر آکر ملاقات فرما سکتے ہیں تو سیدالانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یہ کیسے تصوّر کیا جا سکتا ہے کہ وُہ اپنی قبرِ انور میں مُردہ بے جان پڑے ہوں گے۔

سوال: مفسّرینِ کرام نے اس آیت کے تحت ایک اور قول بھی ذکر کیا ہے کہ آیت کا معنی یہ ہے کہ موسٰی علیہ السّلام کو کتاب ملنے میں شک نہ کرو جب اقوال متعدد ہو گئے تو احتمال پیدا ہو گیا کہ کون سا معنی مُراد ہو گا ——— فَإِذَا جَاءَ الْاِحْتِمَالُ بَطَلَ الْاِسْتِدْلَالُ جب احتمال پیدا ہو جائے تو استدلال باطل ہو جاتا ہے؟

الجواب : متعدد تفاسیر میں سے کسی ایک تفسیر کے ساتھ استدلال میں اور متعدد وجوہ محتملہ میں سے ایک وجہ کے ساتھ استدلال میں بہت فرق ہے جیسا کہ متعدد مقامات پر اس کی تصریح موجود ہے مثلاً حاشیہ بیضاوی از علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی صفحہ نمبر ۱۵۰۔

نیز، ہم نے جو تفسیر کی ہے یہ حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت قتادہ حضرت مجاھد و دیگر علماءِ سلف رضوان اللہ علیہم اجمعین سے کی ہے۔ کیا صرف اپنے باطل عقیدہ "انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبور میں بے جان مُردہ ہیں" کو بچانے کے لیے صحابہ و تابعین کی تفسیر کو ٹھکرا دیا جائے گا۔ ہم دونوں تفسیروں کے قائل ہیں، موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کو کتاب یقیناً ملی جو اس میں شک کرے وُہ بے ایمان ہے اور موسیٰ علیہ السلام کی نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات بھی یقیناً ہوئی جو اس میں شک کرے وُہ بھی بے ایمان ہے۔

نمبر ۲ - ارشادِ ربانی ہے :

وَسْئَلْ مَنْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُّسُلِنَا اَجَعَلْنَا مِنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ اٰلِهَةً يُّعْبَدُوْنَ ۝ (پارہ ۲۵ زخرف ۴۵)

ترجمہ : اور تُو ان رسُولوں سے پُوچھ جن کو ہم نے تجھ سے پہلے بھیجا تھا۔ ہم نے اپنی ذات (رحمٰن کے) سوا کسی اور کی بھی عبادت کرنے کی اجازت دی تھی؟

اللہ کا نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دینا کہ "رسُولوں سے پُوچھیے" اس بات کی صریح دلیل ہے کہ پہلے رسُول بھی زندہ ہیں۔ ورنہ بے جان سے پوچھنے کا کوئی مطلب نہیں ہے۔

تفسیر خازن میں ہے:

فَرُوِیَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ فِیْ رِوَایَۃٍ عَنْہُ لَمَّا اُسْرِیَ بِالنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَعَثَ اللّٰہُ عَزَّ وَجَلَّ لَہٗ اٰدَمَ وَوَلَدَہٗ مِنَ الْمُرْسَلِیْنَ فَاَذَّنَ جِبْرِیْلُ ثُمَّ اَقَامَ وَقَالَ یَا مُحَمَّدُ تَقَدَّمْ فَصَلِّ بِہِمْ فَلَمَّا فَرَغَ مِنَ الصَّلٰوۃِ قَالَ لَہٗ جِبْرِیْلُ سَلْ یَا مُحَمَّدُ مَنْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِکَ مِنْ رُّسُلِنَا الْاٰیَۃَ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا اَسْاَلُ قَدِ اکْتَفَیْتُ وَھٰذَا قَوْلُ الزُّھْرِیِّ وَسَعِیْدِ بْنِ جُبَیْرٍ وَابْنِ زَیْدٍ قَالُوْا جُمِعَ لَہُ الرُّسُلُ لَیْلَۃَ اُسْرِیَ بِہٖ وَاُمِرَ اَنْ یَّسْاَلَ فَلَمْ یَشُکَّ وَلَمْ یَسْاَلْ فَعَلٰی ھٰذَا الْقَوْلِ قَالَ بَعْضُھُمْ ھٰذِہِ الْاٰیَۃُ نَزَلَتْ بِبَیْتِ الْمُقَدَّسِ لَیْلَۃَ اُسْرِیَ بِالنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔ (تفسیر خازن ص ۳۶ پ ۲۵)

حضرت سیدنا عبد اللہ ابن عباس سے ایک روایت یہ ہے کہ معراج کی رات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام اور ان کی اولاد میں جتنے بھی رسول ہیں سب کو بھیجا پس جبریل نے اذان کہی پھر اقامت کہی اور کہا کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بڑھیے اور امامت فرمایئے پس جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو جبریل نے عرض کیا سل یا محمد من ارسلنا من قبلک من رسلنا الآیۃ۔ تو نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا چونکہ مجھے یقین کامل ہے اس لیے میں سوال نہیں کروں گا یہ زہری سعید بن جبیر اور ابن زید کا بھی قول ہے وہ

فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے شبِ معراج رسولوں کو جمع فرمایا پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرمایا کہ ان سے پوچھو چونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو شک نہ تھا اس لیے آپ نے نہ پوچھا اسی قول کی بنا پر بعض مفسرین نے یہ بھی فرمایا ہے کہ یہ آیت شبِ معراج بیت المقدس میں نازل ہوئی۔

تفسیر خازن سے ملتا جلتا مضمون ملاحظہ ہو۔

معالم التنزیل ص ۳۴/۹ ؛ ابن جریر ص ۶۴/۲۵ ، تفسیر کبیر ص ۲۱۹/۲۷ ، روح المعانی ص ۹۶/۲۵ ،

تفسیر عثمانی ص ۶۳۶ ، تفسیر قرطبی ، ص ۹۵/۱۶ ، تفسیر فتح القدیر ص ۵۵۵/۴ ۔

سوال : اس آیت کی تفسیر میں بھی متعدد اقوال ہیں ۔

نمبر ۱ ۔ رسولوں سے پوچھو ۔ نمبر ۲ ۔ پہلے رسولوں کی اُمتوں سے پوچھو ۔

نمبر ۳ ۔ رسولوں پر نازل شدہ کتابوں سے پوچھو ۔

جب آیت کی تفسیر میں متعدد اقوال موجود ہیں تو احتمال پیدا ہوگیا ،

فَاِذَا جَاءَ الْاِحْتِمَالُ بَطَلَ الْاِسْتِدْلَالُ ۔

الجواب : اس سوال کا جواب ہم پہلے دے چکے ہیں کہ ایک تفسیر سے استدلال ہے نہ کہ وجوہ مختلفہ میں سے ایک وجہ سے استدلال ۔

(ا) ۔ قرآن کا ظاہر ہماری تفسیر کی تائید کر رہا ہے وہاں لفظ ہے وَسْئَلْ مَنْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُّسُلِنَا ۔

(ب) ۔ امام قرطبی صاف فرماتے ہیں :

هٰذَا هُوَ الصَّحِيْحُ فِيْ تَفْسِيْرِ هٰذِهِ الْاٰيَةِ ۔

(ج) ۔ کسی ایک سُنی مفسر یا محدث نے یہ نہیں لکھا کہ تمہارا استدلال اس لیے

ناقابلِ قبول ہے کہ معاذ اللہ انبیاء کرام علیہم السلام تو اپنی قبور میں بے جان پڑے ہیں اس لیے ان سے پوچھنے کا کیا معنیٰ۔

نمبر ۲۔ وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ○ (پارہ ۵ النساء ۶۴)

اور اگر وہ لوگ جس وقت انھوں نے اپنا بُرا کیا آتے تیرے پاس پھر اللہ سے معافی چاہتے اور رسول بھی ان کو بخشواتا تو البتہ اللہ کو پاتے معاف کرنے والا مہربان۔

اس آیتِ کریمہ میں گناہ گاروں کو معافی کا ایک طریقہ بتایا ہے کہ وہ بارگاہِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہو جائیں۔ اس آیت میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہری حیاتِ طیبہ اور بعد از وصال کی کوئی قید نہیں۔ اگر نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قبرِ انور میں محض بے جان ہیں تو اللہ تعالیٰ اس آیتِ کریمہ کو صرف ظاہری حیاتِ طیبہ تک محدود فرما دیتا ہے اور صحابہ کرام بھی ظاہری حیاتِ طیبہ تک ہی محدود سمجھتے لیکن بعد از وصال صحابہ کرام روضۂ اطہر کی حاضری کو مستحسن سمجھا کرتے تھے۔ جس سے معلوم ہوا کہ نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم روضۂ اطہر میں زندہ ہیں۔

اسی آیت کی تفسیر میں مشہور دیوبندی عالم مفتی محمد شفیع صاحب لکھتے ہیں:

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ جب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دفن کر کے فارغ ہوئے تو اس کے تین روز بعد ایک گاؤں والا آیا، اور قبر شریف کے پاس آ کر گر گیا اور زار زار روتے ہوئے آیتِ مذکورہ کا حوالہ دے کر عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں وعدہ فرمایا ہے کہ اگر گناہ گار

رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی خدمت میں حاضر ہو جائے اور رسول اس کے لیے دعائے مغفرت فرمادیں تو اس کی مغفرت ہو جائے گی، اس لیے میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں کہ آپ میرے لیے مغفرت کی دعا کریں۔ اس وقت جو لوگ حاضر تھے ان کا بیان ہے کہ اس کے جواب میں روضۂ اقدس کے اندر سے آواز آئی قَدْ غُفِرَ لَكَ یعنی تیری مغفرت کر دی گئی۔ (بحر محیط)

(تفسیر معارف القرآن ص ۲/۴۶۰)

مندرجہ بالا تفسیر سے معلوم ہوا کہ نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبرِ انور میں زندہ ہیں اور صحابہ کرام و تابعین عظام آپ کو زندہ سمجھ کر ہی قبرِ انور پر حاضری دیا کرتے تھے۔

اسی مضمون کی ایک اور حدیث ملاحظہ ہو:

أَقْبَلَ مَرْوَانُ يَوْمًا فَوَجَدَ رَجُلًا وَاضِعًا وَجْهَهُ عَلَى الْقَبْرِ فَأَخَذَ بِرَقَبَتِهِ وَقَالَ أَتَدْرِي مَا تَصْنَعُ قَالَ نَعَمْ فَأَقْبَلَ عَلَيْهِ فَإِذَا هُوَ أَبُو أَيُّوبَ الْأَنْصَارِيُّ فَقَالَ جِئْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ آتِ الْحَجَرَ

(مستدرک مع تلخیص ص ۴/۵۱۵، مسند امام احمد ص ۵/۴۲۲، مجمع الزوائد ص ۵/۲)۔

ترجمہ: ایک دن مروان آیا اس نے قبرِ انور پر ایک شخص کو اپنا چہرہ رکھے ہوئے دیکھا، مروان نے اس شخص کو گردن سے پکڑ کر کہا تمہیں کچھ معلوم بھی ہے کہ کیا کر رہے ہو، اس شخص نے کہا ہاں مجھے معلوم ہے کہ میں کیا کر رہا ہوں، جب اس شخص نے چہرہ اٹھایا تو وہ مشہور صحابیِ رسول ابو ایوب انصاری نکلے۔ انہوں نے فرمایا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا ہوں کسی پتھر کے پاس نہیں آیا۔

اس حدیث کے متعلق امام حاکم فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيْثٌ صَحِيْحُ الْإِسْنَادِ.

مشہور نقاد حافظ ذہبی اس حدیث کو تلخیص میں نقل کرنے کے بعد کہتے ہیں:

صحیح۔ (مستدرک مع التلخیص ص۵۱۵)

علامہ ہیثمی فرماتے ہیں:

لَمْ يُضَعِّفْهُ أَحَدٌ۔ (مجمع الزوائد ص۲)

یعنی اس حدیث کی کسی نے بھی تضعیف نہیں فرمائی۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صحابی رسول حضرت سیدنا ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ روضہ اطہر میں نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پتھر نہیں سمجھتے تھے، اس لیے تو ارشاد فرمایا جئت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وَلَمْ آتِ الْحَجَرَ۔

اسی حدیث کو نقل کرنے کے بعد دیوبندی عالم علامہ ظفر احمد عثمانی لکھتے ہیں:

فَثَبَتَ اَنَّ حُكْمَ الْآيَةِ بَاقٍ بَعْدَ وَفَاتِهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَيَنْبَغِيْ لِمَنْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ اَنْ يَّزُوْرَ قَبْرَهٗ وَيَسْتَغْفِرَ اللّٰهَ عِنْدَهٗ وَاسْتَغْفَرَ لَهُ الرَّسُوْلُ

پس ثابت ہوا کہ اس آیتِ مبارکہ کا حکم نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات شریف کے بعد بھی باقی ہے۔ پس جو شخص بھی اپنی جان پر ظلم کر بیٹھے اس کو چاہیے کہ وہ نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبرِ انور کی زیارت کرے۔ اور قبرِ انور کے پاس اللہ سے بخشش طلب کرے (دعائے مغفرت کرے) تاکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے لیے سفارش فرمائیں۔

(اعلاء السنن ص۳۳۰)

بانیٔ دارالعلوم دیوبند بھی لکھتے ہیں :

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ؁

کیونکہ اس میں کسی کی تخصیص نہیں، آپ کے ہم عصر ہوں یا بعد کے امتی ہوں اور تخصیص ہو تو کیونکر ہو، آپ کا وجودِ تربیت تمام امت کے لیے یکساں رحمت ہے۔ (آبِ حیات ص۳۶ از مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی)

ایک اور صحابیٔ رسول کی مزارِ اقدس پر حاضری :

ایک مرتبہ مدینہ منورہ میں قحط پیدا ہو گیا تو ایک صحابی جن کا نام حضرت بلال بن حارث المزنی ہے نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اطہر پر حاضر ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی امت ہلاکت کے قریب پہنچ چکی ہے، آپ اپنی امت کے لیے بارش طلب فرمایئے۔ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت بلال بن حارث المزنی کو خواب میں ملے اور فرمایا عمر کے پاس جاؤ میرا سلام کہو اور کہہ دو بارش ہو جائے گی۔ (فتح الباری ص۴۹۵/۲)

حافظ ابنِ حجر اس حدیث کے متعلق لکھتے ہیں :

اس حدیث کو ابنِ ابی شیبہ نے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔

(فتح الباری ص۴۹۵/۲)

حافظ ابنِ کثیر کہتے ہیں "ھٰذا اسناد صحیح"۔ (البدایۃ والنہایۃ ص۹۲)

شاہ عبدالحق محدث دہلوی نے بھی اس حدیث کی تصحیح فرمائی ہے۔

(جذب القلوب مترجم ص۲۳۸)

احادیثِ مُبارکہ

نمبر۱ عَنْ اَوْسِ بْنِ اَوْسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِنْ اَفْضَلِ اَیَّامِکُمْ یَوْمَ الْجُمُعَۃِ فِیْہِ خُلِقَ اٰدَمُ وَفِیْہِ قُبِضَ وَفِیْہِ النَّفْخَۃُ وَفِیْہِ الصَّعْقَۃُ فَاَکْثِرُوْا عَلَیَّ مِنَ الصَّلٰوۃِ فِیْہِ فَاِنَّ صَلٰوتَکُمْ مَعْرُوْضَۃٌ عَلَیَّ قَالَ قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ وَکَیْفَ تُعْرَضُ صَلَاتُنَا عَلَیْکَ وَقَدْ اَرِمْتَ قَالَ یَقُوْلُوْنَ بَلِیْتَ فَقَالَ اِنَّ اللّٰہَ عَزَّ وَجَلَّ حَرَّمَ عَلَی الْاَرْضِ اَنْ تَاْکُلَ اَجْسَادَ الْاَنْبِیَاءِ۔

حضرت اوس بن اوس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تمہارے بہتر دنوں میں جمعہ کا دن ہے، اس دن حضرت آدم علیہ السلام پیدا ہوئے اور اسی دن ان کی رُوح مبارک قبض کی گئی اسی دن صور پھونکا جائے گا، اسی دن بے ہوشی ہوگی، اس لیے مجھ پر کثرت سے درود بھیجو، اس لیے کہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔ حضرت اوس بن اوس کہتے ہیں کہ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب آپ کا جسم ریزہ ریزہ ہو جائے گا تو آپ پر ہمارا درود کیسے پیش کیا جائے گا؟ تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے زمین پر نبیوں

کے جسموں کو کھانا حرام کر دیا ہے۔ (ابوداؤد شریف ص۱۵۰، نسائی شریف ص۱۵۵، ابن ماجہ ص۱۱۹)

صحابہ کرام کے سوال سے یہ بات مترشح ہوتی ہے کہ انھوں نے یہی سمجھا تھا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہِ اقدس میں جو درود شریف پیش ہوتا ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے جسمانی کانوں سے سماعت فرماتے ہیں۔ لیکن صحابہ کرام کے دل میں یہ شبہ پیدا ہو گیا کہ جب سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم قبرِ انور میں تشریف لے جائیں گے وہاں آپ کا جسمِ انور ریزہ ریزہ ہو جائے گا وہاں درود شریف کیسے پیش ہو گا کیونکہ کان جو آلۂ سماعت ہیں وہ تو ختم ہو چکے ہوں گے اس پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انکے شبہ کو دور کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ بغیر کسی رکاوٹ کے مجھ پر درود شریف پیش ہوتا رہے گا اس لیے کہ میرے جسمِ مبارک اور آلۂ سماعت میں کسی قسم کی خرابی پیدا نہیں ہوگی نتیجہ یہی نکلتا ہے کہ قبرِ انور میں جسمِ انور زندہ ہے۔

مشہور غیر مقلد علامہ وحید الزماں اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

"تو کل پیغمبروں کے جسم زمین کے اندر صحیح وسالم ہیں اور روح تو سب کی سلامت رہی ہے پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مع جسم صحیح وسالم ہیں اور قبر شریف میں زندہ ہیں اور جو کوئی قبر کے پاس سے درود بھیجے یا سلام کرے تو آپ خود سن لیتے ہیں اگر دور سے درود بھیجے تو فرشتے آپ تک پہنچا دیتے ہیں اور اس کا یہی اعتقاد ہے اگرچہ یہ زندگی دنیا کی سی زندگی نہیں جس میں کھانے اور پینے کی احتیاج ہو لیکن جو باتیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دنیاوی حیات کی حالت میں عرض کر سکتے تھے وہ اب بھی عرض کر سکتے ہیں اور جو فیوض و برکات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے ہوتے تھے وہ اب بھی ہوتے ہیں، کمالِ نحوست اور شامت ہے اس شخص کی جو حج کو جاوے اور آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف نہ ہو۔" (سنن ابن ماجہ مترجم جلد نمبر ۱ ص ۴۵۹)

ایک اور وہابی عالم شمس الحق عظیم آبادی لکھتے ہیں:

(اِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ حَرَّمَ عَلَى الْأَرْضِ) اَیْ مَنَعَهَا وَفِیْهِ مُبَالَغَةٌ لَطِیْفَةٌ (اَجْسَادَ الْأَنْبِیَاءِ) اَیْ مِنْ اَنْ تَاْكُلَهَا فَاِنَّ الْأَنْبِیَاءَ فِیْ قُبُوْرِهِمْ اَحْیَاءٌ قَالَ ابْنُ حَجَرٍ الْمَكِّیُّ وَمَا اَفَادَهٗ مِنْ ثُبُوْتِ حَیَاةِ الْأَنْبِیَاءِ حَیَاةً بِهَا یَتَعَبَّدُوْنَ وَیُصَلُّوْنَ فِیْ قُبُوْرِهِمْ مَعَ اِسْتِغْنَائِهِمْ عَنِ الطَّعَامِ وَالشَّرَابِ كَالْمَلَائِكَةِ اَمْرٌ لَا مِرْیَةَ فِیْهِ وَقَدْ صَنَّفَ الْبَیْهَقِیُّ جُزْءًا فِیْ ذٰلِكَ قَالَ الْمُنْذِرِیُّ وَاَخْرَجَهُ النَّسَائِیُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَلَهٗ عِلَّةٌ دَقِیْقَةٌ اَشَارَ اِلَیْهَا الْبُخَارِیُّ وَغَیْرُهٗ، وَقَدْ جَمَعْتُ طُرُقَهٗ فِیْ جُزْءٍ وَفِی النَّیْلِ بَعْدَ سَرْدِ الْاَحَادِیْثِ فِیْ هٰذَا الْبَابِ مَا نَصُّهٗ وَهٰذَا الْاَحَادِیْثُ فِیْهَا مَشْرُوْعِیَّةُ الْاِكْثَارِ مِنَ الصَّلٰوةِ عَلَى النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَوْمَ الْجُمُعَةِ وَاَنَّهَا تُعْرَضُ عَلَیْهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَاَنَّهٗ حَیٌّ فِیْ قَبْرِهٖ وَقَدْ اَخْرَجَ ابْنُ مَاجَةَ بِاِسْنَادٍ جَیِّدٍ اَنَّهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِاَبِی الدَّرْدَاءِ اِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ حَرَّمَ عَلَى الْاَرْضِ اَنْ تَاْكُلَ اَجْسَادَ الْاَنْبِیَاءِ وَفِیْ رِوَایَةٍ لِلطَّبْرَانِیِّ لَیْسَ مِنْ عَبْدٍ یُصَلِّیْ عَلَیَّ اِلَّا بَلَغَنِیْ صَلَاتُهٗ قُلْنَا وَبَعْدَ وَفَاتِكَ قَالَ وَبَعْدَ وَفَاتِیْ اِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ حَرَّمَ عَلَى الْاَرْضِ اَنْ تَاْكُلَ اَجْسَادَ الْاَنْبِیَاءِ وَقَدْ ذَهَبَ جَمَاعَةٌ مِنَ الْمُحَقِّقِیْنَ اِلٰی اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ حَیٌّ بَعْدَ وَفَاتِهٖ

وإنه يسر بطاعات أمته وإن الأنبياء لا يبلون مع أن مطلق الإدراك كالعلم والسماع ثابت لسائر الموتى وقد صح عن ابن عباس مرفوعا ما من أحد يمر على قبر أخيه المؤمن وفي رواية بقبر الرجل كان يعرفه في الدنيا فيسلم عليه إلا عرفه ورد عليه ولابن أبي الدنيا إذا مر الرجل بقبر يعرفه فيسلم عليه رد عليه السلام وعرفه وإذا مر بقبر لا يعرفه رد عليه السلام وصح أنه صلى الله عليه وسلم كان يخرج إلى البقيع لزيارة الموتى ويسلم عليهم وورد النص في كتاب الله في حق الشهداء أنهم أحياء يرزقون وأن الحياة فيهم متعلقة بالجسد فكيف بالأنبياء والمرسلين وقد ثبت في الحديث الأنبياء أحياء في قبورهم رواه المنذري وصححه البيهقي وفي صحيح مسلم عن النبي صلى الله عليه وآله وسلم قال مررت بموسى ليلة أسري بي عند الكثيب الأحمر وهو قائم يصلي في قبره انتهى -

بے شک **اللہ** تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے یعنی زمین کو اجسادِ انبیاء کھانے سے منع فرما دیا ہے اور اس میں لطیف مبالغہ ہے - پس بیشک انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبور میں زندہ ہیں - امام ابنِ حجر مکی فرماتے ہیں کہ انبیاء کی حیات ایسی حیات ہے کہ وہ عبادت فرماتے ہیں نمازیں پڑھتے ہیں - ملائکہ کی طرح کھانے پینے سے مستغنی ہیں - اور اس میں قطعاً کوئی شبہ نہیں ہے -

امام بیہقی نے اس مسئلہ میں ایک مستقل رسالہ تحریر فرمایا ہے -

امام منذری نے فرمایا نسائی اور ابنِ ماجہ نے اس حدیث کی تخریج فرمائی ہے
امام بخاری نے اس کی ایک دقیق علت کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ اور میں نے اس
کے طرق ایک جزء میں جمع کر دیے ہیں، اور نیل الاوطار میں اس مضمون کی احادیث
بیان کرنے کے بعد یوں لکھا، اور یہ احادیثِ مبارکہ جن میں جمعہ کے دن نبیِ اکرم
صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف کی کثرت (کی ترغیب) ہے اور نبیِ اکرم صلی اللہ
علیہ وسلم پر درود شریف پیش ہوتا ہے۔ اور نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبرِ انور
میں زندہ ہیں، اور ابنِ ماجہ نے "سند جید" کے ساتھ حدیث نقل کی ہے کہ آپ
صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے فرمایا بیشک اللہ تعالےٰ
نے زمین پر انبیاء کے اجسام کا کھانا حرام کر دیا ہے۔ طبرانی کی ایک روایت
یوں ہے جو بھی بندہ مجھ پر درود شریف پڑھتا ہے اس کا درود مجھ تک پہنچ
جاتا ہے، ہم نے عرض کیا اور آپ کی وفات کے بعد؟ فرمایا میری وفات کے بعد
بھی، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء کرام کے اجساد کا کھانا حرام کر دیا ہے۔
محققین کی پوری جماعت کا یہی دعویٰ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی
قبرِ انور میں وفات شریف کے بعد بھی زندہ ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت
کے نیک اعمال پر خوش ہوتے ہیں۔ اور انبیاء کرام علیہم السلام کے اجسام بوسیدہ
نہیں ہوتے۔ اس کے علاوہ باقی مردوں کے لیے مطلقاً ادراک مثلاً علم اور سماع
ثابت ہے اور حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی صحیح حدیث ہے کہ نبی اکرم
صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو بندہ اپنے مومن بھائی کی قبر اور ایک روایت
میں "مرد کی قبر ہے" جس کو دنیا میں پہچانتا تھا، کے پاس سے گزرے اور اسے

سلام کرے تو صاحبِ قبر اس کو پہچانتا بھی ہے اور سلام کا جواب بھی دیتا ہے، اور ابن ابی الدنیا کی روایت یوں ہے کہ جب آدمی اپنی جان پہچان والے کی قبر کے پاس سے گزرے پھر اسے سلام کرے تو صاحبِ قبر اس کو پہچانتا بھی ہے اور سلام کا جواب بھی دیتا ہے۔ اور جب کسی ایسے کی قبر کے پاس سے گزرے جس کو نہیں پہچانتا تھا تو پھر بھی صاحبِ قبر اس کے سلام کا جواب دیتا ہے۔ اور حدیث بھی صحیح ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بقیع میں مُردوں کی زیارت کے لیے تشریف لے جایا کرتے تھے اور انہیں سلام بھی فرماتے تھے۔ اور کتاب اللہ میں شہداء کے حق میں نص وارد ہے کہ وُہ زندہ ہیں، انہیں رزق بھی ملتا ہے۔ اور بیشک حیات شہداء کے جسم کے ساتھ متعلق ہے تو انبیاء کرام اور مرسلین کی حیات کا کیا عالم ہوگا۔ اور یہ بھی حدیث میں ثابت ہے کہ انبیاء اپنی قبور میں زندہ ہیں۔ اس حدیث کو امام منذری نے روایت کیا اور اسے صحیح قرار دیا۔ اور صحیح مُسلم میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی موجود ہے کہ میں معراج کی رات موسٰی علیہ السلام کی قبر جو کہ سُرخ ٹیلے کے پاس ہے، سے گزرا تو وُہ اپنی قبر میں کھڑے ہو کر نماز ادا فرما رہے تھے۔ ختم ہوا کلام صاحبِ نیل کا۔ (عون المعبود شرح ابی داؤد ص۳۳)

مشہور دیوبندی عالم خلیل احمد انبیٹھوی بھی لکھتے ہیں:

اِنَّ اللّٰہَ عَزَّ وَجَلَّ حَرَّمَ عَلَی الْاَرْضِ اَیْ مَنَعَھَا اَجْسَادَ الْاَنْبِیَآءِ اَیْ مِنْ اَنْ تَاْکُلَھَا وَاِنَّ الْاَنْبِیَآءَ فِیْ قُبُوْرِھِمْ اَحْیَآءٌ۔

(بذل المجہود شرح ابوداؤد جلد نمبر ۲ ص۱۹۰)

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ نے روک دیا ہے زمین کو نبیوں کے اجسادِ مطہرہ

کھانے سے۔ پس انبیاء کرام اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔

كِنَايَةٌ عَنْ كَوْنِ الْأَنْبِيَاءِ أَحْيَاءً فِي قُبُوْرِهِمْ ۔

(حاشیہ نسائی جلد نمبر ۱ ص۱۵۳)

ترجمہ : (اِنَّ اللّٰہَ حَرَّمَ) انبیاء کے اپنی قبور میں زندہ ہونے سے کنایہ ہے

حضرت شیخ محقق شاہ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

و نیز در حدیث صحیح آمدہ است کہ بسیار گوید صلوٰۃ را در روز جمعہ ۔

(مدارج النبوۃ جلد نمبر ۲ ص۴۴۸)

ترجمہ : اور حدیث صحیح میں بھی آیا ہے کہ جمعہ کے روز درود شریف زیادہ پڑھو

حضرت شیخ محقق فرماتے ہیں :

و ازیں جا معلوم می شود کہ حیاتِ انبیاء حیات حسی دنیاوی است نہ مجرد

بقاءِ ارواح ۔ (مدارج النبوۃ جلد نمبر ۲ ص۴۴۸)

ترجمہ : اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات

دنیوی اور حسی حیات ہے صرف روح کے باقی رہنے کا نام نہیں۔

یہی حضرت شیخ محقق مسئلہ حیاتِ انبیاء میں یہاں تک فرماتے ہیں :

حیات انبیاء متفق علیہ است ہیچ کس را در وی خلاف نیست حیاتِ جسمانی

دنیاوی حقیقی ۔ (اشعۃ اللمعات ص۵۷۳)

ترجمہ : انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات پر سب کا اتفاق ہے کسی ایک شخص

کا بھی اس مسئلہ میں اختلاف نہیں ہے اور یہ حیات جسمانی دنیاوی

حقیقی ہے۔

حافظ ابنِ کثیر اسی حدیث کے متعلق فرماتے ہیں :

وَقَدْ صَحَّحَ هٰذَا الْحَدِيْثَ ابْنُ خُزَيْمَةَ وَابْنُ حِبَّانَ وَالدَّارَقُطْنِيُّ وَالنَّوَوِيُّ فِي الْاَذْكَارِ ۔ (تفسیر ابنِ کثیر جلد نمبر ۳ ص ۵۱۴)

ترجمہ : اس حدیث کو محدث ابنِ خزیمہ ابنِ حبان اور دارقطنی نے صحیح کہا ہے۔
امام حاکم اور حافظ ذہبی کہتے ہیں :

یہ حدیث امام بخاری کی شرط پر صحیح ہے۔

(المستدرک مع التلخیص جلد نمبر ۱ ص ۲۷۸)

حدیث ۲ - عَنْ اَبِي الدَّرْدَاءِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَكْثِرُوا الصَّلٰوةَ عَلَيَّ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَاِنَّهٗ مَشْهُوْدٌ تَشْهَدُهُ الْمَلٰئِكَةُ وَاِنَّ اَحَدًا لَنْ يُّصَلِّيَ عَلَيَّ اِلَّا عُرِضَتْ عَلَيَّ صَلٰوتُهٗ حَتّٰى يَفْرُغَ مِنْهَا قَالَ قُلْتُ وَبَعْدَ الْمَوْتِ قَالَ وَبَعْدَ الْمَوْتِ اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَى الْاَرْضِ اَنْ تَاْكُلَ اَجْسَادَ الْاَنْبِيَاءِ فَنَبِيُّ اللّٰهِ حَيٌّ يُّرْزَقُ ۔ (ابنِ ماجہ شریف ص ۱۱۹)

ترجمہ : حضرت سیدنا ابُو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھ پر جمعہ کے روز درود شریف کی کثرت کیا کرو، کیونکہ اس دن ملائکہ حاضر ہوتے ہیں اور بے شک جب بھی کوئی مجھ پر درود شریف پڑھتا ہے تو وہ درود شریف اس کے فارغ ہوتے ہی مجھ پر پیش کر دیا جاتا ہے۔ حضرت ابُو درداء کہتے ہیں میں نے عرض کیا کیا موت کے بعد بھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

ہاں موت کے بعد بھی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر نبیوں کے جسموں کا کھانا حرام کر دیا ہے پس اللہ کا نبی زندہ ہوتا ہے اسے رزق بھی دیا جاتا ہے۔

سوال : یہ حدیث ضعیف ہے۔ نمبرا۔ کیونکہ اس کی سند میں انقطاع ہے ۔۔۔

نمبر۲۔ فَنَبِیُّ اللّٰہِ حَیٌّ یُرْزَقُ پر جملہ فرمان نبوی نہیں ہے بلکہ یہ کسی راوی کا اندراج ہے ؟

الجواب : اس حدیث کے متعلق حافظ منذری فرماتے ھیں :

رَوَاہُ اِبْنُ مَاجَۃَ بِاِسْنَادٍ جَیِّدٍ ۔

(الترغیب والترہیب جلد نمبر ۲ ص۵۰۳)

مشہور دیو بندی عالم بدر عالم میرٹھی نے بھی اس کی سند کے جید ہونے کا اقرار کیا ہے۔ (ترجمان السنۃ جلد نمبر ۳ ص۵۰۳)

مشہور غیر مقلد عالم قاضی شوکانی بھی اسی حدیث کو جید قرار دیتے ہوئے لکھتے ھیں :

وَقَدْ اَخْرَجَ ابْنُ مَاجَۃَ بِسَنَدٍ جَیِّدٍ اَنَّہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لِاَبِی الدَّرْدَاءِ اِنَّ اللّٰہَ عَزَّ وَجَلَّ حَرَّمَ عَلَی الْاَرْضِ اَنْ تَاْکُلَ اَجْسَادَ الْاَنْبِیَاءِ ۔ (نیل الاوطار جلد نمبر ۳ ص۲۸۳)

ترجمہ : ابن ماجہ نے جید سند کے ساتھ حدیث بیان کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو درداء سے فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے زمین پر نبیوں کے جسموں کا کھانا حرام کر دیا ہے

مشہور غیر مقلد عالم شمس الحق عظیم آبادی نے قاضی شوکانی کی اس تصحیح کو پورے

اعتماد کے ساتھ نقل کیا ہے۔ (عون المعبود شرح ابُوداؤد جلد نمبر ۱ ص ۴۰۵)

امام زرقانی فرماتے ھیں :

وَرَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ بِرِجَالٍ ثِقَاةٍ عَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ مَرْفُوعًا۔

(زرقانی علی المواہب جلد نمبر ۵ ص ۳۳۶)

ترجمہ : ابن ماجہ نے حضرت اَبُو درداء سے حدیث مرفوع ایسے راویوں سے بیان کی ہے جو سارے کے سارے ثقہ ہیں۔

حافظ ابن حجر فرماتے ھیں :

قُلْتُ رِجَالُهٗ ثِقَاتٌ۔ (تہذیب التھذیب جلد نمبر ۳ ص ۳۹۷)

ترجمہ : زید بن ایمن :

آپ نے جلیل القدر محدثین اور مخالفین کے ائمہ کی تصریحات ملاحظہ فرمائی ہیں کہ انھوں نے اس حدیث کی سند کو جید قرار دیا ہے اور اس کے راویوں کی توثیق بھی فرمائی ہے۔

یہ بھی ذہن میں رہے کہ راوی کا اندراج ثابت کرنا بڑا مشکل ہے جب سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی اَلْاَنْبِیَاءُ اَحْیَاءٌ ثابت ہے تو فَنَبِیُّ اللّٰہِ حَیٌّ کا بھی ارشادِ گرامی ثابت مانا جائے گا۔

بالفرض اگر اس حدیث میں کچھ ضعف بھی ہوتا تو بھی حضرت اوس بن اوس کی صحیح حدیث کا شاہد ہونے کی وجہ سے یہ حدیث صحیح قرار پاتی۔

رہا یہ سوال کہ فَنَبِیُّ اللّٰہِ حَیٌّ یُرْزَقُ یہ جملہ فرمانِ نبوی نہیں بلکہ یہ الفاظ کسی راوی نے اپنی طرف سے بڑھا دیے ہیں۔ اگر یہ بات تسلیم کر لی جائے تب بھی

ہمارا مقصود حاصل ہے اس لیے کہ راوی حدیث حدیث کے معنی کو دوسروں سے بہتر سمجھتا ہے۔ اگر کسی راوی نے اپنی طرف سے فَنَبِیُّ اللّٰہِ حَیٌّ یُرْزَقُ کا اضافہ کیا ہے تو نتیجہ صاف ظاہر ہے کہ اس نے اِنَّ اللّٰہَ حَرَّمَ عَلَی الْاَرْضِ الْاٰخر کا یہی معنی سمجھا تھا اس لیے اس کی تفسیر کردی، انبیاء کی حیات شہداء کی حیات سے قوی ہے اور جب شہداء کے بارے میں نص قطعی بَلْ اَحْیَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ یُرْزَقُوْنَ وارد ہے تو فَنَبِیُّ اللّٰہِ حَیٌّ یُرْزَقُ تسلیم کرنے میں کیا تکلیف ہو سکتی ہے۔

حدیث ۲۔ عَنْ اَنَسِ ابْنِ مَالِكٍ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ "اَلْاَنْبِیَاءُ اَحْیَاءٌ فِیْ قُبُوْرِهِمْ یُصَلُّوْنَ۔"

مسند ابو یعلیٰ موصلی جلد نمبر ۶ ص ۱۴۷، شفاء السقام ص ۱۳۴

فتح الملہم شرح صحیح مسلم جلد نمبر ۱ ص ۳۲۹)

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ کے سارے نبی زندہ ہیں اپنی قبروں میں نمازیں پڑھتے ہیں۔

اس حدیث سے صراحتاً معلوم ہوا کہ انبیاء علیہم السلام اپنی اپنی قبور میں زندہ ہیں۔ اس حدیث کے متعلق محدثین کی آراء ملاحظہ ہوں:

شیخ محقق فرماتے ہیں:

ابو یعلیٰ بنقل ثقات از روایت انس بن مالک رضی اللہ عنہ آوردہ۔ (مدارج النبوۃ جلد ۲، ص ۴۴۷)

ترجمہ: محدث ابو یعلیٰ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے ثقہ راویوں

کی حدیث بیان فرمائی ہے۔

علامہ ہیثمی فرماتے ہیں:

رَوَاهُ أَبُو يَعْلَى وَالْبَزَّارُ وَرِجَالُ أَبِي يَعْلَى ثِقَاتٌ ۔

(مجمع الزوائد جلد نمبر ۸ ص ۲۱۳)

ترجمہ: اس حدیث کو ابو یعلیٰ اور بزار نے روایت کیا ہے اور ابو یعلیٰ کے سارے راوی ثقہ ہیں۔

علامہ سید سمہودی فرماتے ہیں:

رَوَاهُ أَبُو يَعْلَى بِرِجَالٍ ثِقَاتٍ وَرَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ وَصَحَّحَهُ ۔

(وفاء الوفاء جلد ۴ ص ۱۳۵۲)

ترجمہ: اس حدیث کو ابو یعلیٰ نے ثقہ راویوں کے ذریعے روایت کیا ہے اور بیہقی نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے اور اسے صحیح بھی قرار دیا ہے۔

امام جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں:

وَصَحَّ أَنَّهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْأَنْبِيَاءُ أَحْيَاءٌ يُصَلُّونَ ۔

(الحاوی للفتاوی جلد نمبر ۲ ص ۱۴۳)

ترجمہ: یہ صحیح ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ انبیاء کرام علیہم السلام زندہ ہیں نمازیں بھی ادا فرماتے ہیں۔

مخالفین کی آراء

انور شاہ کشمیری لکھتے ہیں :

فِی الْبَیْہَقِیِّ عَنْ اَنَسٍ وَصَحَّحَہٗ وَوَافَقَہُ الْحَافِظُ فِی الْمُجَلَّدِ السَّادِسِ اَنَّ الْاَنْبِیَآءَ اَحْیَآءٌ فِیْ قُبُوْرِہِمْ یُصَلُّوْنَ ۔ (فیض الباری جلد نمبر ۲ ص ۶۴)

ترجمہ : بیہقی میں حضرت انس سے روایت ہے اور اس روایت کو بیہقی نے صحیح کہا ہے اور حافظ ابن حجر نے چھٹی جلد میں اس حدیث کی تصحیح کے متعلق بیہقی کی موافقت کی ہے اور وہ حدیث یہ ہے کہ بے شک اللہ کے سارے نبی زندہ ہیں اپنی قبروں میں نمازیں بھی ادا فرماتے ہیں۔

تبلیغی نصاب کے مؤلف مولوی محمد زکریا لکھتے ہیں :

اور یہ حدیث کہ انبیاء اپنی قبروں میں نمازیں پڑھتے ہیں صحیح ہے۔

(فضائل درود شریف ص ۳۰)

مشہور غیر مقلد قاضی شوکانی لکھتے ہیں :

وَقَدْ ثَبَتَ فِی الْحَدِیْثِ اَنَّ الْاَنْبِیَآءَ اَحْیَآءٌ فِیْ قُبُوْرِہِمْ رَوَاہُ الْمُنْذِرِیُّ وَصَحَّحَہُ الْبَیْہَقِیُّ ۔ (نیل الاوطار جلد نمبر ۳ ص ۲۸۲)

ترجمہ : یہ بات حدیث میں ثابت ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔ اس حدیث کو امام منذری نے روایت کیا ہے اور اسکی بیہقی نے تصحیح کی ہے۔

ایک اور غیر مقلد شمس الحق عظیم آبادی نے قاضی شوکانی کے حوالہ سے یہی چیز

نقل کی ہے۔ (عون المعبود شرح ابوداؤد جلد نمبر ۱ ص۴۰۵)

ایک اور غیر مقلد نواب صدیق حسن بھوپالی صاحب لکھتے ہیں:

أَنَّهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَيٌّ فِي قَبْرِهِ بَعْدَ مَوْتِهِ كَمَا فِي حَدِيْثِ الْأَنْبِيَاءُ أَحْيَاءٌ فِي قُبُوْرِهِمْ وَقَدْ صَحَّحَهُ الْبَيْهَقِيُّ وَأَلَّفَ فِي ذٰلِكَ جُزْءًا۔ (السراج الوہاج شرح صحیح مسلم جلد نمبر ۱ ص۵۰۲)

ترجمہ: بے شک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وصال مقدس کے بعد اپنی قبرِ انور میں زندہ ہیں جیسا کہ ایک حدیث میں ہے کہ انبیاء کرام اپنی قبور میں زندہ ہیں۔ اس حدیث کی تصحیح امام بیہقی نے فرمائی اور انہوں نے خاص اسی مسئلہ میں ایک جزء بھی تحریر فرمایا ہے۔

نیز یہی نواب صدیق حسن بھوپالی صاحب لکھتے ہیں:

آپ زندہ ہیں اپنی قبر میں اور نماز پڑھتے ہیں اندر اس کے اذان و اقامت کے ساتھ وَكَذٰلِكَ الْأَنْبِيَاءُ۔

نیز لکھتے ہیں:

اعمال اُمّت کے آپ پر عرض کیے جاتے ہیں آپ اُمّت کے لیے استغفار کرتے ہیں۔ (الشمامۃ العنبریۃ من مولد خیر البریۃ ص۵۲)

دیوبندی حکیم الاُمّت مولوی اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں:

پس آپ کا زندہ رہنا بھی قبر شریف میں ثابت ہوا اور یہ رزق اس عالم کے مناسب ہوتا ہے اور گو شہداء کے لیے بھی حیات اور مرزوقیت وارد ہے مگر انبیاء علیہم السلام ان سے اکمل و اقویٰ ہیں۔ (نشر الطیب ص۲۴۸ تاج کمپنی)

دیوبندی شیخ الاسلام شبیر احمد عثمانی اپنے عقیدے کا اظہار یوں کرتے ہیں:

إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَيٌّ كَمَا تَقَرَّرَ وَأَنَّهُ يُصَلِّي فِي قَبْرِهٖ بِأَذَانٍ وَإِقَامَةٍ۔ (فتح الملہم جلد نمبر ۳ صفحہ ۳۱۹)

ترجمہ: بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں جیسا کہ ثابت ہو چکا اور بے شک آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبرِ انور میں اذان اور اقامت کے ساتھ نماز ادا فرماتے ہیں۔

مولوی انور شاہ کشمیری لکھتے ہیں:

إِنَّ كَثِيْرًا مِنَ الْأَعْمَالِ قَدْ ثَبَتَتْ فِي الْقُبُوْرِ كَالْأَذَانِ وَالْإِقَامَةِ عِنْدَ الدَّارِمِيِّ وَقِرَاءَةِ الْقُرْآنِ عِنْدَ التِّرْمِذِيِّ وَالْحَجِّ عِنْدَ الْبُخَارِيِّ۔ (فیض الباری جلد نمبر ۱ صفحہ ۱۸۳)

ترجمہ: قبور میں بہت سے اعمال ثابت ہیں، محدث دارمی کے نزدیک اذان اور اقامت، امام ترمذی کے نزدیک تلاوتِ قرآن اور امام بخاری کے نزدیک حج۔

سوال: میزان الاعتدال میں ہے:

حَجَّاجُ بْنُ الْأَسْوَدِ، عَنْ ثَابِتِ الْبُنَانِيِّ نَكِرَةٌ مَا رَوٰى عَنْهُ فِيْمَا أَعْلَمُ سِوٰى مُسْتَلِمِ بْنِ سَعِيْدٍ، فَأَتٰى بِخَبَرٍ مُنْكَرٍ عَنْهُ عَنْ أَنَسٍ فِي أَنَّ الْأَنْبِيَاءَ أَحْيَاءٌ فِي قُبُوْرِهِمْ يُصَلُّوْنَ۔ رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ۔ (میزان الاعتدال جلد ۱ صفحہ ۴۶۰)

ترجمہ: حجاج بن اسود حضرت ثابت بنانی سے روایت کرتا ہے لیکن یہ

راوی نکرہ ہے میرے علم میں اس کے سوائے مستلم بن سعید کے کسی نے روایت نہیں کیا اس نے ایک منکر حدیث بیان کی ہے کہ انبیاء زندہ ہیں اپنی قبروں میں نمازیں بھی پڑھتے ہیں۔ اس حدیث کو بیہقی نے روایت کیا ہے۔

حافظ ذہبی کے مطابق جب یہ حدیث منکر ہے تو اس سے استدلال کیسے درست ہوگا؟

الجواب، حافظ ذہبی نے مندرجہ ذیل تین اعتراضات وارد کیے ہیں:

نمبر ۱۔ اس روایت کا ایک راوی حجاج بن الاسود نکرہ ہے معروف نہیں ہے یعنی مجہول ہے اور مجہول راوی کی روایت ضعیف ہوتی ہے۔

نمبر ۲۔ اس حجاج بن اسود سے مستلم بن سعید کے علاوہ کسی اور نے روایت نہیں کی۔

نمبر ۳۔ یہ حدیث صحیح کی بجائے منکر ہے۔

اب ہم تفصیل سے ان تینوں اعتراضات کا جائزہ لیتے ہیں۔

نمبر ۱۔ حافظ ذہبی کا یہ وہم صحیح نہیں ہے کہ حجاج بن اسود نکرہ ہے محدثین کرام نے جو کہ جلیل القدر ائمہ جرح و تعدیل ہیں، حجاج بن اسود کے حالات نقل کیے ہیں مثلاً،

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں:

اِنَّمَا هُوَ حَجَّاجُ بْنُ اَبِیْ زِیَادِ الْاَسْوَدُ یُعْرَفُ بِزِقِّ الْعَسَلِ وَهُوَ بَصَرِیٌّ كَانَ یَنْزِلُ الْقَسَامِلَ رَوٰی عَنْ ثَابِتٍ وَجَابِرِ بْنِ زَیْدٍ

وَاَبِیْ نَضْرَۃَ وَجَمَاعَۃٍ وَعَنْہُ جَرِیْرُ بْنُ حَازِمٍ وَحَمَّادُ بْنُ سَلْمَۃَ وَرَوْحُ بْنُ عُبَادَۃَ وَآخَرُوْنَ قَالَ اَحْمَدُ ثِقَۃٌ وَرَجُلٌ صَالِحٌ وَابْنُ مُعِیْنٍ ثِقَۃٌ وَقَالَ اَبُوْحَاتِمٍ صَالِحُ الْحَدِیْثِ وَذَکَرَہٗ ابْنُ حَبَّانَ فِی الثِّقَاتِ فَقَالَ حَجَّاجُ بْنُ اَبِیْ زِیَادٍ الْاَسْوَدُ مِنْ اَھْلِ الْبَصْرَۃِ کَانَ یَنْزِلُ الْقَسَامِلَ. رَوٰی عَنْ اَبِیْ نَضْرَۃَ وَجَابِرِ بْنِ زَیْدٍ رَوٰی عَنْہُ عِیْسٰی بْنُ یُوْنُسَ وَجَرِیْرُ بْنُ حَازِمٍ وَھُوَ الَّذِیْ یُحَدِّثُ عَنْہُ حَمَّادُ بْنُ سَلْمَۃَ فَیَقُوْلُ حَدَّثَنِیْ حَجَّاجُ بْنُ الْاَسْوَدِ۔ (لسان المیزان جلد ۲ ص۱۷۵)

ترجمہ: یہ حجاج بن ابی زیاد الاسود ہے جو کہ زق العسل شہد کا شکیزہ یعنی خوبیوں کا مجموعہ کے نام سے معروف تھا اور یہ بصری تھا لیکن قسامل میں رہتا تھا اس نے حضرت ثابت بنانی، جابر بن زید اور ابی نضرۃ اور ایک جماعت سے روایت کیا ہے اور اس سے جریر بن حازم، حماد بن سلمہ۔ روح بن عبادہ اور چند اور لوگوں نے روایت کیا ہے۔ امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں کہ حجاج بن اسود ثقہ ہے اور صالح مرد۔ امام ابن معین کہتے ہیں یہ ثقہ ہے امام ابوحاتم فرماتے ہیں کہ یہ صالح الحدیث ہے۔ ابن حبان نے اس کا ذکر کتاب الثقات میں کیا ہے اور کہا ہے کہ حجاج بن ابی زیاد الاسود بصری تھا لیکن قسامل میں رہتا تھا اس نے ابو نضرۃ اور جابر بن زید سے روایت کیا ہے اور اس سے عیسٰی بن یونس اور جریر بن حازم روایت کرتے ہیں اور یہ وہی ہے جس سے حماد بن سلمہ

روایت کرتا ہے تو کہتا ہے مجھ سے حجاج بن اسود نے حدیث بیان فرمائی۔

حافظ ابنِ حجر کے اس طویل اقتباس کو دوبارہ غور سے پڑھیے تو آپ کو اندازہ ہوگا کہ حافظ نے ذہبی کے پہلے دو اعتراضات کا کس خوبصورتی سے خاتمہ کیا ہے۔

ذہبی کا پہلا اعتراض یہ تھا کہ حجاج بن اسود نکرہ ہے یعنی مجہول ہے لیکن حافظ نے اس کے تعارف میں مندرجہ ذیل باتیں کہی ہیں۔

نمبر ۱ - لوگ اسے خوبیوں کے مجموعہ کے نام سے یاد کرتے ہیں اور ظاہر ہے کہ خوبیوں کا مجموعہ کسی خاص شخص کو ہی کہا جا سکتا ہے۔

نمبر ۲ - تھا تو بصری لیکن قسامل میں رہتا تھا۔

قسامل یمن کا ایک قبیلہ ہے جو بصرہ کے قریب ہے آجکل اس کو عامرہ کہتے ہیں۔ (معجم البلدان جلد نمبر ۴ ص ۳۳۶)

ظاہر بات ہے کہ کسی مجہول شخص کے بارے میں یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ فلاں علاقے کا تھا، فلاں جگہ رہتا تھا۔

نمبر ۳ - امام احمد بن حنبل ابنِ معین ابوحاتم اور ابنِ حبان کا اس کی توثیق کرنا بھی اس کے معرفہ ہونے کی دلیل ہے۔

دوسرا اعتراض یہ تھا کہ میرے علم کے مطابق اس سے صرف مستلم بن سعید نے ہی روایت کیا ہے، کسی اور نے نہیں کیا لیکن حافظ ابنِ حجر نے بتایا کہ اس سے نمبر ۱ جریر بن حازم نمبر ۲ حماد بن سلمہ نمبر ۳ روح بن عبادہ اور چند اور لوگوں نے روایت کیا ہے۔ جبکہ ابن حبان نے اس سے روایت کرنے والوں میں ایک نام عیسیٰ بن یونس کا اضافہ کیا ہے۔

نتیجہ یہی نکلا کہ ذہبی کے علم کی انتہا یہی تھی کہ اس کا صرف ایک ہی شاگرد ہے، یعنی مسلم بن سعید لیکن معلوم ہوا کہ عیسٰی بن یونس، جریر بن حازم، حماد بن سلمہ، رُوح بن عبادہ اور چند اور لوگ بھی جنہیں حافظ نے آخرون کہہ کر یاد کیا ہے، اس کے شاگرد ہیں۔

نوٹ: محسوس یہی ہوتا ہے کہ ذہبی نے میزان الاعتدال میں حجاج بن اسود کے متعلق یہ رائے پہلے ظاہر کی تھی بعد میں اپنے اس قول سے رجوع کر لیا تھا کیونکہ جب ذہبی نے تلخیص میں اس پر تبصرہ کیا تو یوں کہا:

قُلْتُ حَجَّاجٌ ثِقَةٌ۔ (تلخیص المستدرک جلد نمبر ۴ ص ۳۳۲، کتاب الرقاق کی آخری حدیث)

نمبر ۳۔ تیسرا اعتراض یہ تھا کہ حدیث منکر ہے لیکن اَلْاَنْبِيَاءُ اَحْيَاءٌ کو خبر منکر کہنا درست نہیں کیونکہ حدیث منکر وہ ہوتی ہے جس میں کوئی راوی اپنے سے زیادہ ثقہ راوی کی مخالفت کرے۔

حجاج بن اسود نے یہ حدیث بیان کر کے اپنے سے کسی ثقہ راوی کی مخالفت ہرگز نہیں کی۔ هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ۔

حالانکہ دیوبندی شیخ الاسلام مولوی شبیر احمد عثمانی نے حجاج کی توثیق بیان کرنے کے بعد اس حدیث کے تین شاہد بھی پیش کیے ہیں۔ (فتح الملہم جلد نمبر ۱ ص ۳۳۰، ص ۳۲۹)

معلوم ہوا کہ اس حدیث کو منکر کہنا حافظ ذہبی کا تحکم ہے۔

حدیث ۴۔ اِنَّ لِلّٰهِ تَعَالٰى مَلٰٓئِكَةً سَيَّاحِيْنَ فِى الْاَرْضِ يُبَلِّغُوْنِىْ مِنْ اُمَّتِى السَّلَامَ۔ (جامع الصغیر جلد نمبر ۱ ص ۹۳، نسائی شریف ص ۱۴۳)

(مشکوٰۃ شریف ص ۸۹، مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۲ ص ۵۱۷، مجمع الزوائد ص ۲، مستدرک مع تلخیص ص ۲۱)

ترجمہ : بے شک اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے ایسے ہیں جو زمین میں پھرتے رہتے ہیں اور مجھ کو میری اُمت کا سلام پہنچاتے ہیں۔ اگر نبیِ مکرّم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبرِ انور میں زندہ نہیں ہیں تو فرشتے کس کو سلام پہنچاتے ہیں — فرشتوں کا سلام پہنچانا سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حیات ہونے کی دلیل ہے۔

اس حدیث کی تصحیح علامہ ہیثمی کرتے ہیں :

وَرِجَالُهُ رِجَالُ الصَّحِيحِ ۔ (مجمع الزوائد جلد ۹ صفحہ ۲۴)

امام جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں :

"یہ حدیث صحیح ہے" (جامع الصغیر جلد نمبر ۱ صفحہ ۹۳)

حافظ ذہبی اور امام حاکم دونوں فرماتے ہیں :

"یہ حدیث صحیح ہے" (مستدرک مع التلخیص جلد نمبر ۲ صفحہ ۴۲۱)

حدیث ۵ - عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنْ اَحَدٍ یُسَلِّمُ عَلَیَّ اِلَّا رَدَّ اللّٰهُ عَلَیَّ رُوْحِیْ حَتّٰی اَرُدَّ عَلَیْهِ السَّلَامَ

(ابوداؤد شریف جلد نمبر ۱ صفحہ ۲۷۹ ، الفتح الربانی ترتیب مسند امام احمد جلد نمبر ۱۳ صفحہ ۳۱۲ - فتاویٰ ابن تیمیہ جلد نمبر ۴ صفحہ ۲۹۱ ، جلد نمبر ۲۷ ، صفحہ ۳۲۲ ، جلد نمبر ۲۷ صفحہ ۳۲۳)

ترجمہ : حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب بھی کوئی مجھ پر سلام پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ مجھ پر میری روح کو لوٹا دیتا ہے یہاں تک کہ میں اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔

اس حدیث کی توثیق میں حافظ ابن حجر فرماتے ہیں :

رُوَاتُہٗ ثِقَاتٌ ۔ (فتح الباری جلد نمبر ۶ صفحہ ۴۸۸)

مولوی محمد زکریا صاحب لکھتے ہیں:

قَالَ الْحَاکِمُ صَحِیْحُ الْاِسْنَادِ ۔ (فضائل درود شریف صفحہ ۱۸)

امام زرقانی فرماتے ہیں:

قَدْ رَوٰی اَبُوْدَاؤُدَ بِاِسْنَادٍ صَحِیْحٍ ۔ (زرقانی علی المواہب جلد ۵ صفحہ ۳۲۸)

حافظ ابنِ کثیر لکھتے ہیں:

صَحَّحَہُ النَّوَوِیُّ فِی الْاَذْکَارِ ۔ (تفسیر ابنِ کثیر جلد ۳ صفحہ ۵۱۴)

سوال: اللہ تعالیٰ میری رُوح کو مجھ پر لوٹا دیتا ہے کا کیا معنیٰ ہے؟

الجواب: اس بات کے متعدد جوابات محدثین نے ارشاد فرمائے ہیں۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو:

فتح الباری از حافظ ابنِ حجر عسقلانی، الحاوی للفتاوی از امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ۔ ایک جواب ان میں سے ہم عرض کر دیتے ہیں:

قرآنِ حکیم میں رُوح فرشتہ کے معنیٰ میں بھی مستعمل ہے، مثلاً:

فَاَرْسَلْنَآ اِلَیْهَا رُوْحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِیًّا ۝

(پارہ نمبر ۱۶، سورہ مریم آیت ۱۷)

تو حدیث کا معنیٰ یہ ہوا کہ جب بھی کوئی مجھ پر سلام پڑھتا ہے تو وہ فرشتہ جو مجھے درود پہنچانے پر موکل ہے میری بارگاہ میں حاضری دیتا ہے۔

حافظ ابنِ حجر فرماتے ہیں:

اِنَّ الْمُرَادَ بِالرُّوْحِ الْمَلَکُ الْمُوَکَّلُ بِذٰلِکَ ۔

(فتح الباری مطبوعہ لاہور جلد نمبر ۶ صفحہ ۳۵۳، فتح الباری جلد نمبر ۶ صفحہ ۴۸۸)

ترجمہ : رُوح سے مُراد وُہ فرشتہ ہے جو اس کام کے لیے مقرر کیا گیا ہے۔ مولوی شبیر احمد عثمانی نے بھی فتح الملہم جلد نمبر ا صفحہ ۳۳۰ پر مذکورہ عبارت نقل کی ہے۔

اس مؤکل فرشتہ کی طاقت و قوت،

اس مؤکل فرشتہ کے بارہ میں حضور علیہ السلام کا ارشاد ہے :

عَنْ عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللّٰهَ وَكَّلَ بِقَبْرِيْ مَلَكًا أَعْطَاهُ أَسْمَاعَ الْخَلَائِقِ فَلَا يُصَلِّيْ عَلَيَّ أَحَدٌ إِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ إِلَّا أَبْلَغَنِيْ بِإِسْمِهٖ وَاسْمِ أَبِيْهِ هٰذَا فُلَانُ ابْنُ فُلَانٍ قَدْ صَلّٰى عَلَيْكَ

(الترغیب والترہیب جلد نمبر ۲ صؔ ۴۹۹ ، فضائل درود شریف مولوی زکریا صؔ ۱۸)

ترجمہ : حضرت سیدنا عمار بن یاسر فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے میری قبرِ انور پر ایک فرشتہ مقرر کر دیا ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے پوری مخلوق کی آوازیں سننے کی طاقت بخشی ہے قیامت تک جو بھی مجھ پر درود شریف پڑھے گا وُہ فرشتہ درود شریف پڑھنے والے اور اس کے باپ کا نام لے کر عرض کرتا ہے کہ فلاں نے جو فلاں کا بیٹا ہے آپ پر درود شریف پڑھا ہے۔

نوٹ: امام جلال الدین سیوطی نے اس حدیث کو الحاوی للفتاوی جلد نمبر ۲ ، صفحہ ۱۴۷ پر امام بخاری کی تاریخ سے بھی نقل کیا ہے۔

غیر مقلدوں کے امام نواب صدیق حسن بھوپالی لکھتے ہیں:

وَمِنْهَا قِيَامُ مَلَكٍ عَلٰى قَبْرِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَعْطَاهُ اَسْمَاعَ الْخَلَائِقِ يُبَلِّغُهٗ اِيَّاهَا كَمَا فِيْ حَدِيْثٍ وَثَّقَ ابْنُ حِبَّانَ رُوَاتَهٗ وَوَرَدَتْ اَحَادِيْثُ بِمَعْنَاهُ ثَابِتَةٌ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ۔

(نزل الابرار صـ ۱۸۹)

ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر دُرود شریف پڑھنے کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ ایک فرشتہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبرِ انور پر مقرر ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے پُوری مخلوق کی آوازیں سُننے کی طاقت بخشی ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو درُود شریف پہنچاتا ہے جیسا کہ اس حدیث میں وارد ہے جس کے سب راویوں کی توثیق ابن حبان نے کی ہے اور اس مضمون کی کئی اور حدیثیں بھی وارد ہیں جو اس معنیٰ کو ثابت کرتی ہیں۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جونہی کوئی اُمتی سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر درُود شریف پڑھتا ہے تو،

(ا) اللہ تعالیٰ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نطق کو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر لوٹا دیتا ہے۔

(ب) یہ مؤکل فرشتہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں درُود شریف پہنچانے کے لیے حاضر ہو جاتا ہے۔ یہ چیز اس بات کی واضح دلیل ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبرِ انور میں زندہ ہیں اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو زندہ نہ مانا جائے "ردِ روح" یعنی مؤکل فرشتہ کا حاضر ہونا یا نطق کا لوٹنا

کیا معنی رکھتا ہے۔

اس حدیث کی شرح میں امام شہاب الدین خفاجی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں:

إِنَّ الْمُرَادَ بِالسَّلَامِ قَوْلُهُمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفِيْهِ دَلِيْلٌ عَلٰى اَنَّهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَيٌّ حَيَاةً مُسْتَمِرَّةً لِاَنَّ الْكَوْنَ لَا يَخْلُوْا مِنْ مُسَلِّمٍ يُسَلِّمُ عَلَيْهِ فِيْ كُلِّ لَحْظَةٍ وَقَدْ ثَبَتَ بِالْاَحَادِيْثِ الصَّحِيْحَةِ اَنَّهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَسَائِرُ الْاَنْبِيَاءِ اَحْيَاءٌ حَيَاةً حَقِيْقِيَّةً۔ (نسیم الریاض شرح شفاء شریف جلد نمبر ۳ ص ۳۹۹)

ترجمہ: (جب بھی کوئی مجھ پر سلام پڑھتا ہے) یہاں سلام سے مراد الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ کہنا ہے (یعنی جب بھی کوئی الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ مجھ پر میری روح کو لوٹا دیتا ہے تاکہ میں اس کے سلام کا جواب دوں)۔

اس حدیث میں اس بات کی دلیل ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں اور آپ کی حیاتِ طیبہ میں انقطاع نہیں ہے اس لیے کہ ہر گھڑی ہر آن ہر لحظہ سلام پڑھنے والے سلام پڑھتے رہتے ہیں، کوئی لحظہ ایسا نہیں آتا جس میں کوئی شخص درود و سلام نہ پڑھ رہا ہو اور یہ بات صحیح حدیثوں سے ثابت ہے، بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام انبیائے کرام حقیقتاً زندہ ہیں۔

نوٹ: امام شہاب الدین خفاجی کی اس عبارت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ الصلوٰۃ

والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم)

یہ درود شریف نہ تو لائل پور کی پیداوار ہے اور نہ ہی انگریزی دور کی بلکہ اس درود شریف کا وظیفہ بزرگوں کا پرانا معمول ہے ہم اس مسئلے پر تفصیلی بحث تو اپنے مقام پر کریں گے سردست امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ جن کا وصال ۴۵۸ھ کو ہوا کی ایک عبارت پیش کرتے ہیں۔

اَمَّا السَّلَامُ فَهُوَ اَنْ يُّقَالَ السَّلَامُ عَلَى النَّبِيِّ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ، اَوْ سَلَامٌ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ اَوْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ۔ (شعب الایمان جلد نمبر ۲ صفحہ ۲۲۰)

ترجمہ : (سَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا) کا معنی یہ ہے کہ یوں عرض کیا جائے :

نمبر۱۔ السلام علی النبی ۔ نمبر۲۔ السلام علیک ایہا النبی نمبر۳۔ سلام علیک ایہا النبی ۔ نمبر۴۔ یا ایہا النبی کی جگہ یارسول اللہ ، صلی اللہ علیہ وسلم رکھ کر کہا جائے ۔ السلام علیک یارسول اللہ ، یا سلام علیک یا رسول اللہ ۔

امام سخاوی رحمۃ اللہ علیہ اسی حدیث ابوداؤد کی شرح میں فرماتے ہیں :

يُؤْخَذُ مِنْ هٰذِهِ الْاَحَادِيْثِ اَنَّهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَيٌّ عَلَى الدَّوَامِ وَذٰلِكَ اَنَّهٗ مُحَالٌ عَادَةً عَنْ اَنْ يَّخْلُوَ الْوُجُوْدُ كُلُّهٗ مِنْ وَّاحِدٍ يُّسَلِّمُ عَلَيْهِ فِيْ لَيْلٍ وَّ نَهَارٍ وَّنَحْنُ نُؤْمِنُ وَنُصَدِّقُ بِاَنَّهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَيٌّ يُرْزَقُ فِيْ قَبْرِهٖ ۔ (القول البدیع صفحہ ۱۶۴)

ترجمہ : ان تمام احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ زندہ ہیں اس لیے کہ یہ بات عادتاً محال ہے کہ دن رات کی کسی بھی گھڑی میں کسی سلام پڑھنے والے کا وجود نہ ہو، ہمارا ایمان ہے اور ہم اس بات کی تصدیق کرتے ہیں کہ نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبرِ انور میں زندہ ہیں اور آپ کو رزق بھی دیا جاتا ہے۔

سوال : ان احادیثِ مبارکہ سے معلوم ہوا کہ ہمارا درود وسلام فرشتے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہِ اقدس میں پیش کرتے ہیں۔ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم خود سماعت نہیں فرماتے ہیں؟

الجواب : فرشتوں کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں درود وسلام پیش کرنا خود سماعت کے منافی نہیں ہے۔ کیونکہ ایک طرف ارشادِ ربانی ہے:

وَلَا تَعْمَلُوْنَ مِنْ عَمَلٍ اِلَّا كُنَّا عَلَيْكُمْ شُهُوْدًا

(پارہ نمبر ۱۱، سورۃ یونس آیت ۶۱)

ترجمہ : تم لوگ جو بھی عمل کرتے ہو ہم اس پر حاضر ہوتے ہیں۔

لیکن اس کے باوجود ہمارے اعمال اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کیے جاتے ہیں جس طرح اعمال کا پیش کیا جانا (اور ایک حدیث کے مطابق بارگاہِ خداوندی میں ہر پیر اور جمعرات کو پیش کیے جاتے ہیں) خداوندِ قدوس کے علیم وسمیع ہونے کے منافی نہیں ہے۔ اسی طرح ہمارے درود وسلام کا بارگاہِ رسالت میں پیش ہونا خود سماعتِ مصطفوی کے منافی نہیں ہے، جس طرح زمین میں گردش کرنے والے فرشتوں کا بارگاہِ اقدس میں اُمّت کا درود وسلام پیش کرنا قبرِ انور پر مقرر فرشتے کے درود وسلام

پیش کرنے کے منافی نہیں ہے۔ اسی طرح فرشتوں کا درود پیش کرنا خود سننے کے منافی نہیں ہے۔

غیر مقلدین کے امام نواب صدیق حسن خاں بھوپالی حدیث نقل کرتے ہیں:

اَخرجَ الطّبرانی بِاِسْنَادٍ حَسَنٍ مِنْ حَدِیْثِ الحَسَنِ بنِ عَلیِ بنِ اَبِی طَالِبٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم قَالَ حَیْثُمَا کُنْتُمْ فَصَلُّوْا عَلَیَّ فَاِنَّ صَلٰوتَکُمْ تَبْلُغُنِیْ۔

وَاَخْرَجَ الطّبرانی فِی الْاَوْسَطِ بِاِسْنَادٍ لَا بَأْسَ بِہٖ مِنْ حَدِیْثِ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ بَلَغَتْنِیْ صَلٰوتُہٗ۔ (نزل الابرار ص ۱۹۳)

ترجمہ: حافظ طبرانی نے حضرت سیدنا امام حسن بن علی رضی اللہ عنہما کی حدیث سندِ حسن کے ساتھ بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم جہاں کہیں بھی ہو مجھ پر درود شریف پڑھو کیونکہ تمہارا درود مجھ تک پہنچتا ہے۔

حافظ طبرانی نے معجم الاوسط میں حضرت سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے ایسی سند کے ساتھ حدیث بیان کی ہے جس میں کچھ اعتراض نہیں ہے کہ جو بھی مجھ پر درود شریف پڑھتا ہے تو اس کا درود شریف مجھ تک پہنچ جاتا ہے۔

اس حدیث میں گہری نظر سے غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ درود شریف سرکار براہِ راست سماعت فرماتے ہیں کیونکہ "تبلغنی" اور "بلغتنی" یہ دونوں صیغہائے لازم

ہیں متعدی نہیں ہیں، اگر فرشتوں کے ذریعے ہی درود شریف پہنچا ہوتا تو یہاں صیغہ متعدی استعمال ہوتا۔ صیغہ لازم استعمال نہ ہوتا آئیے اب ہم حدیثِ پاک سے تصریح پیش کرتے ہیں کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم بنفسِ نفیس بغیر فرشتوں کے واسطے سے درود شریف سماعت فرماتے ہیں۔

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں:

لَيْسَ مِنْ عَبْدٍ يُصَلِّيْ عَلَيَّ إِلَّا بَلَغَنِيْ صَوْتُهٗ حَيْثُ كَانَ

(جلاء الافہام ص۹۵ از امام الوہابیہ ابنِ قیم)

(الجوہر المنظم ص۲۱ از محدث جلیل ابنِ حجر مکی، حجۃ اللہ علی العالمین ص۷۱۳)

ترجمہ: جب بھی کوئی بندہ مجھ پر درود شریف پڑھتا ہے تو مجھ تک اس کی آواز پہنچ جاتی ہے خواہ وہ کہیں بھی کیوں نہ ہو۔

فقہ حنفی کی معروف کتاب مراقی الفلاح میں ہے:

يَنْبَغِيْ لِمَنْ قَصَدَ زِيَارَةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُكْثِرَ الصَّلٰوةَ عَلَيْهِ فَإِنَّهٗ يَسْمَعُهَا وَتُبَلَّغُ عَلَيْهِ۔

(مراقی الفلاح مع الطحطاوی ص۶۱۲)

ترجمہ: جو آدمی نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا ارادہ رکھتا ہو اس کو چاہیے کہ وہ درود و سلام کی کثرت کرے اس لیے کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس کو سنتے ہیں اور یہ درود شریف آپ تک پہنچتا ہے۔

حدیثِ قدسی میں ہے:

لَا يَزَالُ عَبْدِيْ يَتَقَرَّبُ إِلَيَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰى أَحْبَبْتُهٗ

فَكُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِي يَسْمَعُ بِهِ وَبَصَرَهُ الَّذِي يُبْصِرُ بِهِ

(بخاری شریف جلد نمبر ۲ صفحہ ۹۶۳، پارہ نمبر ۲۶ باب التواضع)

ترجمہ: میرا بندہ نوافل کے ذریعہ میرا قرب حاصل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اس کو اپنا محبوب بنا لیتا ہوں پھر میں اس کے کان بن جاتا ہوں جن سے وہ سنتا ہے اور میں اس کی آنکھیں بن جاتا ہوں جن سے وہ دیکھتا ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ خدا کا پیارا خدا تعالیٰ کی قوت سے سنتا اور دیکھتا ہے اور قدرتِ خداوندی دُور و نزدیک کا فرق نہیں رکھتی۔ خدا کا پیارا دُور و نزدیک کی بات سنتا ہے جب خدا کے ایک عام بندہ کی یہ شان ہے تو سید المحبوبین کی شان کیا ہوگی۔

اسی حدیث کی شرح میں امام رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وَاِذَا صَارَ نُوْرُ جَلَالِ اللّٰهِ سَمْعًا لَّهٗ سَمِعَ الْقَرِيْبَ وَالْبَعِيْدَ وَاِذَا صَارَ ذٰلِكَ النُّوْرُ بَصَرًا لَّهٗ رَاَى الْقَرِيْبَ وَالْبَعِيْدَ وَ اِذَا صَارَ ذٰلِكَ النُّوْرُ يَدًا لَّهٗ قَدَرَ عَلَى التَّصَرُّفِ فِي الصَّعْبِ وَالسَّهْلِ وَالْبَعِيْدِ وَالْقَرِيْبِ۔ (تفسیر کبیر جلد نمبر ۲۱ صفحہ ۹۱ مطبوعہ ایران)

ترجمہ: جب اللہ کے جلال کا نور بندے کے کان بن جاتا ہے تو بندہ قریب اور بعید کی بات سن لیتا ہے اور جب یہی نور بندے کی آنکھ بن جاتا ہے تو بندہ قریب اور بعید کو دیکھتا ہے اور جب یہ نور بندے کے ہاتھ بن جاتا ہے تو بندہ مشکل اور آسان بعید اور قریب کی چیزوں میں تصرف کرنے پر قادر ہو جاتا ہے۔

حضرت سیدنا سلیمان علیہ السلام بھی اللہ کے پیارے نبی تھے اللہ کے جلال کا نور ان کے کان بن چکا تھا ان کی قوت کا عالم قرآن بیان کرتا ہے :

حَتّٰۤى اِذَاۤ اَتَوْا عَلٰى وَادِ النَّمْلِ ۙ قَالَتْ نَمْلَةٌ یّٰۤاَیُّهَا النَّمْلُ ادْخُلُوْا مَسٰكِنَكُمْ ۚ لَا یَحْطِمَنَّكُمْ سُلَیْمٰنُ وَ جُنُوْدُهٗ ۙ وَ هُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ ۝ فَتَبَسَّمَ ضَاحِكًا مِّنْ قَوْلِهَا

(پارہ نمبر ۱۹ ، سورۃ النمل آیت نمبر ۱۹-۱۸)

ترجمہ : یہاں تک کہ جب چیونٹیوں کے میدان پر آئے تو ایک چیونٹی نے کہا چیونٹیو اپنے گھروں میں گھس جاؤ کہیں تم کو سلیمان (علیہ السلام) اور ان کا لشکر بے خبری میں پیس نہ ڈالے پھر حضرت سلیمان (علیہ السلام) چیونٹی کی یہ بات سن کر مسکرا کر ہنس دیے۔

قرآن حکیم سے معلوم ہوا کہ چیونٹیوں کے قریب پہنچنے سے پہلے ہی سلیمان علیہ السلام نے چیونٹی کی بات کو سن لیا تھا۔ حالانکہ ہم عام لوگ چیونٹی کو اپنے کان کے قریب رکھ کر بھی ان کی بات نہیں سن سکتے لیکن چونکہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے کانوں میں اللہ کے جلال کا نور موجود تھا اس لیے انھوں نے دور سے چیونٹی کی بات سن لی اگر سلیمان علیہ السلام دور سے چیونٹی کی بات سن سکتے ہیں تو اللہ کے محبوب جو ساری مخلوق کے سردار ہیں جنہوں نے انعامات الٰہی میں سے سب سے زیادہ حصہ حاصل کیا ہے وہ بھی پوری اُمت کا درود وسلام اپنے مقدس کانوں سے سن سکتے ہیں۔

سوال : حضرت سلیمان علیہ السلام کے کانوں میں اللہ کے جلال کا نور ان کی ظاہری حیاتِ طیبہ میں تھا لیکن نبیِ مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا تو وصال ہو چکا ہے اب

ان کے کانوں میں اللہ کے جلال کا نُور کیسے موجود ہو سکتا ہے ؟

الجواب : اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کوئی نعمت دیکر چھینی نہیں بلکہ ارشادِ ربانی ہے :

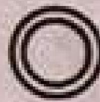
وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى ۝

(پارہ ۳۰ سورۃ الضحیٰ آیت نمبر ۴)

ترجمہ : اور البتہ پچھلی بہتر ہے تجھ کو پہلی سے ۔ (ترجمہ ، شاہ عبد القادر)

معلوم ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہر آنے والی گھڑی پہلی گھڑی سے بہتر ہے ، اور بہتر اسی صورت میں ہو سکتی ہے جبکہ اللہ تعالیٰ کے انعامات میں ہر گھڑی اضافہ ہوتا رہے ۔ اگر یہ کہا جائے کہ ظاہری حیاتِ طیبہ میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی قوتِ سماعت میں جلالِ الٰہی کا نُور موجود تھا لیکن وصالِ مقدس کے بعد جسمِ مبارک تو محفوظ اور کان مبارک بھی محفوظ لیکن ان کانوں سے جلالِ الٰہی کا نُور چھین چکا ہے تو یہ آیتِ کریمہ وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى ۝ کبھی صادق نہیں آسکتی ۔

فقیہِ عصر حضرت علامہ مولانا مفتی محمد امین صاحب مدظلہ العالی کی تصانیف



مفکرِ اسلام عالمِ بے بدل مولانا محمد کریم سلطانی صاحب کی تصانیف

- حافظِ قرآن
- شاہِ جیلاں
- والدہ ماجدہ
- شرارِ بولہبی
- رحمتِ حق اور اسکے جلوے
- اسمِ جلالت
- معراجِ مومن کا ابتدائیہ
- پیارے نبی کی پیاری دعائیں
- تعلیمات امام ربانی
- مکتوباتِ مبارکہ
- رکعات تراویح

